ظہور 1356 ہش — اگست 1977ء

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فاستبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

(الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۲۴ — نمبر ۱۰

اگست ۱۹۷۷ء

ظہور ۱۳۵۶ ہش

ایڈیٹر

حافظ مظفر احمد

نائبین

• بشارت احمد محمود • ملک خالد محمود

• محمد الیاس منیر • سید حسین احمد

• پبلشر: محمد شفیق قیصر

• پرنٹر: سید عبدالحی

• مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

قیمت فی پرچہ ۱۰/- روپے ○ چندہ سالانہ ایک روپیہ

خالد

اداریہ

عظیم الشان سالگرہ

بیابانِ عرب کے ویرانے میں ایک سنسان پہاڑی غار ہے، ایک پاکیزہ و راستباز اور زاہد و عابد عربی نوجوان، سادہ لباس میں ملبوس اس غار میں محوِ عبادت ہے۔ قریب ہی ایک طرف کچھ ستو اور کھجوریں تھیلے میں بطور زادِ راہ کے رکھی ہوئی ہیں۔ پانی کا مشکیزہ پاس پڑا ہے۔ یہ اس نوجوان کی کُل کائنات ہے جہاں وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر، دنوں معتکف رہتا اور اللہ کو یاد کرتا ہے۔

دُنیا سے کنارہ کش یہ نوجوان مصروفِ عبادت ہے۔ ایک دن غار میں اچانک ایک اجنبی اور غیر مانوس ہستی نمودار ہوتی ہے۔ نوجوان حیرت و استعجاب میں ہے۔ اتنے میں نووارد بولنے میں پہل کرتا ہے۔ اور اس نوجوان سے "اِقْرَأْ" کہہ کر کچھ پڑھنے کا تقاضا کرتا ہے ـــــ وہ اُمّی نوجوان ورطۂ حیرت اور گھبراہٹ میں بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے "مَا اَنَا بِقَارِیٍ" "میں تو نہیں پڑھ سکتا"۔ نووارد نوجوان کو سینہ سے لگا کر زور سے بھینچتا اور وہی الفاظ دہراتا ہے۔ ـــــ تیسری مرتبہ وہ اجنبی نوجوان کو چھوڑ کر یہ الفاظ کہتا ہے:ـــــ

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ"

(العلق: ۱ تا ۶)

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے سب اشیاء کو پیدا کیا۔ اور جس نے انسان کو خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ قرآن کو پڑھ کر سناتا رہ کیونکہ تیرا رب بڑا کریم ہے وہ رب جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔

یہ قرآن عظیم کی وحیِ کامل کی ابتداء تھی ـــــ یہ عظیم عربی نوجوان اور کامل انسان ہمارے سید و مولا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نووارد حضرت جبرائیل علیہ السلام جو خدا کا پیغام سرورِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے ـــــ یہ سوموار کا دن تھا اور رمضان کے مبارک مہینہ کی چوبیس تاریخ ـــــ!

(۲)

بنی نوع انسان کی فلاح و نجات کے لئے اس مکمل شریعت کے نزول کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ" (القدر: ۲) "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ۝" (البقرہ: ۱۸۶)

● — ہم نے یقیناً اس قرآن کو ایک عظیم الشان تقدیر والی رات میں اُتارا ہے۔

● — رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے

ظاہر ہے کہ سارا قرآن کریم ایک رات یا ایک مہینہ میں نازل نہیں ہوا چنانچہ ان آیات کی تفسیر میں مختلف اقوال میں سے اصح قول یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ اور لیلۃ القدر میں قرآن کریم لوح محفوظ سے ساتویں آسمان پر ~~سب~~ مکمل طور پر نازل کیا گیا پھر وہاں سے حسب ضرورت ٹکڑوں کی صورت میں ۲۳ برس تک نازل ہوتا رہا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ مکمل قرآن کریم ابتداً سب سے نچلے آسمان پر نازل کرنے میں یہ حکمت ہے کہ آسمان میں رہنے والوں پر قرآن کریم کی فضیلت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان ظاہر کی جائے اور بتایا جائے کہ یہ آخری شریعت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام امتوں سے افضل و اشرف امت کے لئے نازل کی گئی ہے ——— اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کا حق یعنی کامل شریعت ان کے سپرد کی گئی۔ نیز اس میں تمام بنی آدم کی بھی عزت و تکریم ہے اور فرشتوں کو آگاہ کرنا مقصود ہے کہ یہ وہ عظیم کتاب ہے جو انسان پر، عنایت و رحمت الٰہی کے طور پر نازل کی جا رہی ہے ——— قرآن عظیم کی بعض سورتوں کے نزول کے ساتھ ہزاروں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے وہ اسی عظمت قرآن کا اظہار ہے۔

(۳)

قرآن کریم اور رمضان المبارک کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ کہ قرآن کا نزول اس مبارک مہینہ میں شروع ہوا نیز حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دَور کرتے رہے۔ اور آخری سال نبوت میں انہوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ دو دفعہ قرآن کریم کا دور مکمل کیا۔ پس رمضان کا مہینہ قرآن کریم کی عظیم الشان سالگرہ کا مہینہ ہے اور شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں رمضان کی اسی عظمت کی طرف اشارہ ہے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ جہاں ہم دنیاوی جوبلیاں، برسیاں اور سالگرہیں بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔ وہاں قرآن عظیم کی یہ عظیم الشان روحانی سالگرہ بھی پورے شوق و احترام اور خلوص و اہتمام سے منائیں۔ قرآن کریم کا کثرت سے مطالعہ کریں اور آخری سنت رسولؐ کے مطابق اس مبارک مہینہ میں دو بار قرآن کریم کا دور مکمل کریں ورنہ کم از کم ایک بار تو رمضان میں قرآن کریم کا دور ضرور مکمل کرنا چاہیئے۔ ارشاد باری کے مطابق قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ اس کے

مضامین اور مطالب و معانی پر غور کیا جائے۔ اور اس کے معارف لدنیہ اور علوم مکنونہ حاصل کرنے کے لئے خداتعالیٰ سے دعا کی جائے۔ قرآن کریم کے احکام و نواہی کے مطابق عمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے یہ ہیں اس عظیم الشان سالگرہ کے چند بنیادی تقاضے۔

(۴)

قرآن کریم کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا فائدہ اور مقصد عظیم اس کی تاثیرات و برکاتِ روحانیہ کو حاصل کرنا ہے کیونکہ قرآن کریم اپنی تاثیراتِ روحانیہ کے لحاظ سے ہدایت کا ایک روشن مینار ہے جس نے تاریک اور ظلماتی رات میں اپنی آب و تاب سے سرزمین عرب کو منور کیا اور اہل عرب کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ امر بھی ہر ایک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیراتِ کلام الٰہی اور صحبتِ نبی معصومؐ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یکلخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارفِ دینی سے مالامال ہو گئے اور محبتِ دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں، اپنے مالوں، اپنے عزیزوں، اپنی عزتوں، اپنی جان کے آراموں کو اللہ جلّشانہٗ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا.......

.......پس وہ کیا چیز تھی جو ان کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئے وہ دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ وہ نبی معصومؐ اپنی قوتِ قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ کبھی نہ ہوا اور نہ ہوگا دوسری خدائے قادر و مطلق حی و قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیبہ تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ صفحہ ۲۸ تا صفحہ ۳۰)

اس زمانہ میں جب قرآن کریم مہجور ہو چکا تھا اس کی تاثیرات اور نشانات کا انکار کیا جا رہا تھا۔ مہدی معہودؑ نے تشریف لا کر تاثیراتِ قرآنیہ کے تازہ بتازہ پھل دنیا کے سامنے پیش کئے۔ آپؑ نے بتایا کہ قرآن کریم کی قوتِ قدسیہ سے اخلاقِ فاضلہ پیدا ہوتے ہیں اسی کی روحانی تاثیرات کی بدولت خدا ملتا ہے۔ الہامات و کشوف کا دروازہ انسان پر کھلتا ہے الغرض انسان کی حقیقی نجات آج قرآن عظیم سے وابستہ ہے ان تاثیرات قرآنیہ کے بیان کرنے کے ساتھ آپؑ نے اپنی جماعت کو یہ نصیحت فرمائی ہے:۔

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔"

(کشتی نوح)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں قرآن مجید کی سالگرہ منانے اسے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

غیر مطبوعہ

تقریر جلسہ سالانہ ۷۶ء

اسلام میں انسانیت کے بنیادی حقوق

جناب سید میر محمود احمد ناصر ربوہ

ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ نفسی و روحی وابی وامی نے سورۃ فاتحہ کو ام الکتاب اور ام القرآن فرمایا ہے کیونکہ قرآن شریف کی تمام تعلیم کا خلاصہ اور عطر اس میں موجود ہے اور قرآن شریف کے بنیادی مضامین اجمالاً سورۃ فاتحہ میں مذکور ہیں:-

انسانیت کے بنیادی حقوق کا مضمون تفصیل و وضاحت کے ساتھ قرآن شریف میں اور واضح اشارات کی صورت میں فاتحہ میں پایا جاتا ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی کلیدی صفات کی تجلیات اور فیوض اور ان کے ردِّ عمل کے طور پر انسان کی ذمہ داری اور جدوجہد کا ذکر ہے اور یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جو چیز انسانیت کو ان صفات کے فیوض سے فائدہ اٹھانے اور ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں روک بنے وہ انسانیت کے بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔

سورۃ فاتحہ میں اشارۃً اور قرآن شریف میں تفصیلاً انسانیت کے بنیادی حقوق کا ذکر کر کے آخری سورۃ میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ کے الفاظ میں تین پہلوؤں سے النّاس یعنی انسانیت کے حقوق کا ذکر کر کے ان حقوق کے تحفّظ کا ذریعہ بیان فرمایا گیا ہے:-

اوّل: وہ حقوق جن کا تعلق مساوات، معاشی زندگی اور انسانی طاقتوں اور صلاحیتوں کی حفاظت اور نشوونما سے ہے۔

دوم: وہ حقوق جن کا تعلق انسانی جان کی حفاظت انصاف، آزادی، حق رائے دہندگی اور حکومت وسیاست سے ہے۔

سوم: وہ حقوق جن کا تعلق آزادیٔ ضمیر و فکر و رائے و عقیدہ و عبادت و مذہب و تبلیغ سے ہے۔

قرآن شریف نے ان سوالوں پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ ان حقوق کا منبع اور ماخذ کیا ہے؟ اور یہ حقوق انسان کو کیوں اور کس بناء پر حاصل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان حقوق کے منبع کے متعلق سورۃ فاتحہ میں یہ اشارہ فرما دیا ہے کہ ایک طرف یہ حقوق الٰہی صفات کا لازمی نتیجہ ہیں اور آسمانی فرمان ان کا ماخذ ہے اور دوسری طرف انسانی فطرت میں یہ حقوق ودیعت

کئے گئے ہیں اور ان کی جڑ انسانی نفس کی گہرائیوں میں لگائی گئی ہے۔ کوئی انسانی قانون و آئین یا کسی انسان مصلح کے نظریات ان حقوق کا ماخذ اور منبع نہیں۔ اس طرح ان حقوق کے احترام کو ایک دائمی تحفظ دے دیا گیا ہے اور یہ گنجائش نہیں چھوڑی گئی کہ انسانی نظریات کی تغلیط یا انسانی آئین کو معطل کر کے ان حقوق کی پامالی کی وجہ جواز پیدا کی جاسکے۔

اس سوال پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ کائنات کی لاتعداد متنوع اشیاء و حیوانات میں صرف انسان ہی کیوں ان حقوق کے لئے ممتاز کیا گیا قرآن شریف کا بیان ہے کہ انسان کو ایک ایسا شرف حاصل ہے جو تمام عالمین میں اس کو ایک نمایاں مقام دیتا ہے۔ فرماتا ہے:-

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۝" (بنی اسرائیل ع ۷)

کہ ہم نے بنی آدم کو بہت شرف بخشا ہے اور کیا خشکی اور کیا سمندر ہماری تائید اور ہمارا سہارا اس کو حاصل ہے اور پاکیزہ طاقتیں اور صلاحیتیں اور نعمتیں اس کو عنایت فرمائی ہیں اور ایک بڑی وسیع دو عریض مخلوقات پر اس کو فضیلت بخشی ہے۔

قرآن کریم کی رو سے انسان کائنات کے ارتقاء کی بلند ترین کڑی ہے اور دیگر اشیاء تخلیق کے جن مراحل سے گذریں انسان ان سب کو پیچھے چھوڑ آیا ہے فرماتا ہے:-

"ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۝ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝"

(السجدہ ۷ تا ۱۰)

یعنی یہ وہ خدا ہے جسے کائنات کے دقیق در دقیق اور روشن سے روشن علوم و اسرار کی واقفیت ہے۔ ساری کائنات اس کے غلبہ و قبضۂ قدرت کی نشاندہی کر رہی ہے اس کے بار بار رحم کی تجلیات کا اظہار ہے۔ اس نے ہر چیز کو ہی حسن بخشا ہے۔ اسی کی تخلیق کی ہے مگر انسان کی تخلیق کا کمال یہ ہے کہ یہ کرۂ ارض جن بہت سے عناصر سے مرکب مادہ سے بن کر تیار ہوا جن غیر معمولی صفات رکھنے والے اجزاء سے ترکیب پاکر اس کے جوہر کی تشکیل ہوئی۔ وہ مادہ وہ جوہر انسان کی تشکیل کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس سے انسان کی تخلیق کی ابتدا ہوئی اور پانی جیسی بنیادی چیز جو حیات کیلئے کلیدی و ضروری حیثیت رکھنے کی وجہ سے "مھین" یعنی بے حد سہل الحصول بنا کر بے حیثیت کر دی گئی ہے ایسی بنیادی چیز کے عطر اور نچوڑ سے انسانی نسل کا سلسلہ جاری فرمایا ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ پھر خدا تعالیٰ نے انسان کو کامل مقام دیا اس کو

مکمل طاقتیں عطا فرمائیں اور انتہا یہ کہ اپنی روح اس میں پھونکی۔ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ کتنے ہیں جو اس اکمل ترین مقام کی قدر کرتے ہیں۔

انسانیت کے شرف اور اس کے نتیجہ میں بنیادی حقوق کو اس رنگ میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ انسان کو دو نجدوں إِمَّا شَاكِرًا اور وَإِمَّا كَفُوْرًا (دھر:۴) میں سے ایک کو انتخاب کر سکنے کی صلاحیت دے کر پیدا کیا گیا ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا[1] خدا تعالیٰ نے موت و حیات کا یہ نظام تمہارے حسنِ عمل کی آزمائش کے لئے بنایا ہے اور امتحان و آزمائش حقوق و اختیار کی متقاضی ہے پس قرآن نے انسانیت کے بنیادی حقوق کے تحفظ کو تخلیق انسانی کے سبب کی تکمیل کے لئے بھی ضروری قرار دیا ہے اور متعدد آیات میں فرمایا ہے کہ حقوق کی پامالی کے ساتھ ذمہ داری بھی ساقط ہو جاتی ہے اور جو دوسرے کے تصرف میں ہے اس کی ذمہ داری بھی کم ہے اور جرم کی سزا بھی نصف۔

انسانیت کو جو شرف بخشا گیا۔ اس کی عظمت کا احساس اس طرح بھی دلایا گیا ہے کہ :-

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ" (توبہ:۱۲۸)

اے انسانو! وہ رسولؐ جو وجہ تخلیقِ کائنات ہے جو روحانی جسمانی نظامِ کائنات کا ارفع ترین نقطہ ہے وہ بھی تم ہی میں سے آیا اور تمہارے لئے محبت و شفقت کے گہرے جذبات رکھتا ہے۔

اور اسی مضمون کو ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اس طرح بیان فرمایا:-

"قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"
(الکہف:۱۱۰)

تم کہو! کہ بحیثیت ایک انسان کے میں بھی تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔

اور انسانیت کے اس شرف کو جو بنیادی حقوق کے تحفظ کا باعث ہے سورۃ فاتحہ میں اس طرح بیان فرمایا کہ انسان اس ذاتِ ابدی کا مظہر اور ظل ہے جو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تمام صفاتِ کاملہ سے متصف اور تمام نقائص سے پاک ہے۔ تمام خوبیاں حسن و احسان کی کمال کے نقطہ تک اس میں پہنچی ہوئی ہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ایسی کامل ہستی کا مظہر اور ظل انسان کو بنایا گیا ہے یہ عظیم شرف اس کو دیا گیا ہے جو کائنات میں اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ فرماتا ہے:-

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ
أَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ
ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝"

(الاحزاب:۷۳)

کہ ہم نے اس کامل "امانت کو جو ربوبیت کاملہ کا انتہا ہے اور جس کو فقط عبودیت کاملہ اٹھا سکتی ہے" آسمانی اجرام پر، کرۂ زمین پر، پہاڑوں پر پیش کیا لیکن اس کے

---

[1] الملک : ۳

اٹھانے سے انھوں نے انکار کر دیا اور اس ذمہ داری کی
عظمت سے ڈر گئے مگر انسان نے اس امانت کو اٹھایا
کیونکہ وہ ظلوم و جہول تھا۔ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفس پر
سختی کر سکتا تھا اور غیر اللہ سے اس قدر دور ہو سکتا تھا
کہ اس کی صورت علمی سے بھی اس کا ذہن خالی ہو جاتا تھا
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"وہ امانت ایک نور تھی اور انسان
بھی...... ایک نور ہے اس لئے نور نے
نور کو قبول کیا وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان
کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک
میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں
نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ
زمین کے سمندروں میں بھی نہیں تھا۔ وہ
لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس
اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی
چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف
انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں جس
کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد
ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید
الاحیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور
اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی......
اور امانت سے مراد انسانِ کامل کے وہ
تمام قویٰ اور عقل اور علم اور دل اور
جان اور حواس اور خوف اور محبت
اور عزت اور وجاہت اور جمیع نعماء
روحانی و جسمانی ہیں جو خدا تعالیٰ انسان
کامل کو عطا کرتا ہے اور پھر انسانِ کامل
بر طبق آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ
اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی
اَھْلِھَا اس ساری امانت کو جناب
الٰہی کو واپس دے دیتا ہے یعنی اس میں
فانی ہو کر اس کی راہ میں وقف کر دیتا ہے
.... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور
اتم طور پر ہمارے سید و مولیٰ ہمارے
ہادی نبی امی صادق و مصدوق محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی
جاتی تھی......"
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

انسانیت کے بنیادی حقوق کا متقاضی یہ شرف
انسانیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے
کمال کو پہنچا انسان کو ملائک سے آگے لے گیا بلکہ اپنے کمال
پر پہنچ کر روح القدس کو انسانی تجلی کی طرف کھینچ لایا۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو
روح القدس کی تجلی ہوئی تھی وہ ہر ایک
تجلی سے بڑھ کر ہے۔ روح القدس کبھی
کسی نبی پر کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا اور
کبھی کسی نبی یا اوتار پر گائے کی شکل پر
ظاہر ہوا...... جب آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے تو روح القدس

بھی آپ پر بوجہ کامل انسان ہونے کے

انسان کی شکل پر ہی ظاہر ہوا.......

یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ہمارے

نبی صلعم کی انسانیت اس قدر زبردست

ہے کہ روح القدس کو بھی انسانیت کی

طرف کھینچ لائی پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے

تابع ہو کر کیوں ہمت ہارتے ہو؟"

(کشتی نوح - صفحہ ۸۳، ۸۴)

جو بنیادی حقوق اسلام نے کل انسانیت کے

لئے تسلیم کئے ہیں ان میں سے پہلا بنیادی حق جس کو

پوری وضاحت کے ساتھ پہلی دفعہ قرآن شریف نے ہی

پیش کیا ہے یہ ہے کہ جہاں انسانیت اس کائنات کے

تمام مظاہر کے مقابلہ میں بلند ترین مقام پر فائز ہے وہاں

اس کے سب ارکان یکساں طور پر رب العالمین کے بندے

ہیں اور بلا امتیاز و تفریق برابر انسانی مقام رکھتے ہیں۔

قوم، نسل، ملک، خاندان، مذہب، عقیدہ، جنس، طبقہ،

تمدن اور روحانیت کا کوئی امتیاز اس مساوات میں

حائل نہیں ہو سکتا۔ فرماتا ہے:-

"مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ

إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۗ إِنَّ اللّٰهَ

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○" (لقمٰن ۲۹)

کہ تم سب کی تخلیق اور اٹھان اور حیات نفس واحدہ

کی طرح ہی ہے ایک ہی فرد جیسی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ

بَصِيْرٌ بے سوچے سمجھے کسی تفوق پر نازاں نہ ہونا کہ یہ

حقیقت تمہیں خدائے سمیع و بصیر کی طرف بتائی جا رہی ہے

قرآن شریف نے يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ

قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ

اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ[1] کہہ کر بتا دیا کہ قومی و نسلی تفریق باہمی

معرفت و الفت کے لئے ہے نہ کہ اجنبیت و نفور کے

لئے۔ خدا کے حضور میں شرف تقویٰ سے ہے نہ کہ کسی قومی

یا نسلی برتری سے۔ قرآن شریف نے یہ غلط فہمی بھی دور کر

دی کہ کسی خاص عقیدہ کا لیبل لگا لینے سے کوئی برتری حاصل

ہو جاتی ہے۔ فرماتا ہے:-

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ

هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○"

(المائدہ: ۷۰)

کہ خواہ کوئی اسلام کا مدعی ہو یا یہودی یا طلیبانی یا صابی

ہونے کا، وہی جو خدا اور آخرت پر حقیقی ایمان لا کر

مناسب اعمال بجا لائے۔ خوف و حزن سے محفوظ ہونگے

یعنی قومیں ایسے عقیدہ کا لیبل لگا لینے کے نتیجہ

میں احساس برتری میں مبتلا ہیں۔ فرماتا ہے:-

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ" (المائدہ: ۱۹)

---

[1] سورۃ الحجرات: ۱۴-

یہود و نصاریٰ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ ان کو کہو اگر یہی بات ہے تو کیا وجہ ہے کہ خدا تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہیں عذاب دے رہا ہے کہ روحانی دنیا کا سردار تم سے بھیجنے کی بجائے ایک اور قوم میں سے بھیج دیا اور روحانی بادشاہت تم سے چھین لی۔ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ ۚ تمہیں کوئی برتری حاصل نہیں جو دوسرے انسان خدا نے پیدا کئے ہیں، تم بھی انہیں میں سے ان جیسے انسان ہو۔ قرآن شریف نے اس خیال کی بھی تردید فرمائی کہ روحانی ترقیات کا دروازہ کسی خاص قوم کے لئے مخصوص ہے۔ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ (البقرۃ: ۱۱۲) یہ محض خام خیال ہے کہ جنت کا دروازہ صرف یہود و نصاریٰ کے لئے کھلا ہے بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۪ (البقرۃ ۱۱۳) کوئی بھی کہیں کا بھی ہو جو بھی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے اور خوبصورت اعمال بجا لائے وہ اپنے رب کے حضور اجر کا سزاوار ہے۔ قرآن شریف نے شکل و صورت اور جلد کے رنگ کی بناء پر برتری یا کمتری کے تصوّر کو مٹایا۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (آل عمران: ۷) کہہ کر بتایا کہ انسانی شکل و رنگ خدا کی قدرت و حکمت کا اظہار ہیں۔ اس دنیا میں انسان کی برتری یا کمتری کا معیار نہیں حقیقی طور پر کس کا رنگ کیا ہے اس کیلئے ایک اور دن مقرر ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ (آل عمران ۱۰۷) اس دن ظاہر ہوگا کہ کون چہرے حقیقتاً روشن ہیں اور کون سے حقیقتاً تاریک ہیں۔ قرآن شریف نے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرہ: ۲۲۹) کہہ کر یہ بھی وضاحت فرما دی کہ جنس اور صنف کا فرق انسانی حقوق میں مساوات پر اثر انداز نہیں ہوتا اور بطور انسان کے خواتین کے حقوق اور ذمہ داریاں برابر ہیں۔ قرآن شریف نے إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ (قصص: ۵) کہہ کر طبقاتی امتیاز کی بناء پر برتری کے تصوّر کو فرعونی تکبّر و نخوت قرار دے کر اس کی مذمت فرمائی ہے۔ قرآن شریف نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ خطاب فرمایا:۔

"يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ" ۔ (ھود: ۴۷)

کہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں۔ اس لئے وہ ان وعدوں کا وارث نہیں ہو سکتا جو تم سے کئے گئے اور اس طرح کسی خاندانی برتری یا کمتری کی بناء پر انسانی حقوق کے حصول یا عدم حصول کے تصوّر کی تردید فرمائی اور دوسری طرف وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝ (الفرقان: ۵۵) فرما کر سب انسانوں کو یکساں خدائی تخلیق اور آبائی و ازدواجی

خاندانی تعلقات کو خدائی ارشاد اور تقدیر کے ماتحت قائم ہونے والے رشتے ٹھہرا کر سب کو قابلِ احترام قرار دیا۔

انسانی مساوات کی اس حقیقت کو قرآن شریف نے متعدد مواقع پر اس طرح بھی بڑی پختگی اور زور کے ساتھ واضح کیا ہے کہ قربِ الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے لحاظ سے بلند ترین مقام پر فائز انسانوں یعنی انبیاء و رسل کی زبانی بھی یہی بات دہرائی ہے:۔

"اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ
لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" (ابراہیم ۱۲)

کہ رسولوں نے اپنے مخاطبین کو کہا کہ ہم تمہاری طرح انسان ہیں یہ خدا کا احسان ہے جو ہم پر ہوا ہے وہ جس پر چاہے اپنی خاص عنایت فرمائے۔ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ہم ذاتی طور پر تم پر کسی قسم کے علمی یا ظاہری غلبہ کا حق نہیں رکھتے ہاں جو خدا کا حکم ہو اس کے مطابق ہوتا ہے اور انسانی مساوات کی اس حقیقت کو اور بھی پختہ کرنے کے لئے اس مبارک وجود کی زبانِ مبارک سے بھی جو کائنات کی تخلیق کا باعث اور تمام انبیاء اور رسولوں کا سرتاج اور اقلیمِ روحانیت کا شہنشاہ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی کہلوایا:۔

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ
وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ
لِّلْمُشْرِكِيْنَ" (حٰم سجدہ ۷)

تم کہو کہ میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں اور مجھے توحید کی تعلیم دی گئی ہے وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ اور مشرکوں کے لئے عذاب مقدر ہے جو ایک انسان کو دوسرے سے بڑھا کر خدا کا مقام دینے لگتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی میں بھی اس مساوات کا اظہار فرمایا۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

"كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ
وَيَخِيْطُ ثَوْبَهٗ وَيَعْمَلُ فِيْ
بَيْتِهٖ كَمَا يَعْمَلُ اَحَدُكُمْ
فِيْ بَيْتِهٖ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا
مِّنَ الْبَشَرِ...... يَحْلِبُ
شَاتَهٗ وَيَخْدِمُ نَفْسَهٗ۔"

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا مرمت کر لیتے تھے اپنا کپڑا سی لیتے تھے اپنے گھر میں عام آدمیوں کی طرح کام کیا کرتے تھے بکری کا دودھ دوہ لیتے اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے وَكَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ اور آپ انسانوں میں سے ایک انسان تھے (صلی اللہ علیہ وسلم)

دوسرا بنیادی انسانی حق رب العالمین کی پیدا کردہ انسانی جان کی حفاظت اور انسانی جانوں کی حرمت ہے
شریعت اسلامیہ نے اس حق کو اتنا بنیادی قرار دیا ہے کہ خود انسان کو بھی [illegible] نہیں دی کہ وہ اپنی جان ...

یا اپنی اولاد کو اس حق سے محروم کرتے فرماتا ہے:-

"وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ
اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ
اِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ
وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ ۝" (الانعام: ۱۵۲)

کہ مفلس ہو جانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو انہیں بھی ہم رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی اور اس نفس انسانی کو جس کی حرمت اللہ تعالیٰ نے قائم کی ہے بغیر قانون و شریعت کی اجازت کے قتل نہ کرو۔ حفاظت نفس انسانی کو اتنی اہمیت دی کہ فرمایا:-

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ
نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ
فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ
وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ
اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا" (المائدۃ: ۳۳)

کہ ایک نفس انسانی کا قتل ساری انسانیت کے قتل کے برابر ہے اور ایک نفس انسانی کی حیات ساری انسانیت کی حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآن شریف نے صرف اس شخص کو اس حق سے محروم کئے جانے کی اجازت دی ہے جو دوسروں کو قتل کرے یا بغاوت و فتنہ و فساد یا ہیجان انگیزی کے ذریعہ [illegible] دوسروں کو اس حق سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ ایسا شخص دراصل خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپ پر اس حق کا دروازہ بند کرتا ہے۔ یہ بات ان لوگوں کے لئے قابل غور ہے جو امن و صلح کے ساتھ تبدیلی عقیدہ کرنے والے کو بھی گردن زدنی مجرم قرار دیتے ہیں۔ قرآن شریف نے صرف اس شخص کو اس حق سے محروم کیا ہے جو دوسروں کو اس سے محروم کرے چنانچہ اس زنا کو مستوجب رجم قرار دیا تھا جو مدینہ میں اسلامی حکومت میں فتنہ و فساد پھیلا کر تخت الٹنے کی کوشش کرنے والے منافقین کی غداری کے ارادوں کا نتیجہ تھا جیسا کہ فرمایا:-

"لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ
وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ
وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا
يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ
مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا
اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝"

(الاحزاب: ۶۱-۶۲)

اگر منافق مرد اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے پھرتے ہیں باز نہ آئیں گے تو ہم تجھے ان لوگوں کے خلاف (ایک دن) کھڑا کر دیں گے پھر وہ تیرے ساتھ اس شہر میں بہت ہی تھوڑی مدت تک ہمسائیگی میں بسر کریں گے وہ جہاں کہیں بھی تمہارے قابو میں آئیں چاہیئے کہ پکڑے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں کیونکہ وہ خدا کے رحم سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

تیسرا بنیادی حق ربوبیت ربّ العالمین سے
مادی جسمانی اور معاشی طور پر فائدہ اٹھانا ہے خَلَقَ
لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ: ۳۰) کی
رو سے کرۂ ارض کے تمام مآخذ بحیثیت مجموعی سب انسانوں
کے لئے ہیں اور وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (البقرہ
۴) کے مطابق ان مآخذ کا انسان کی بھلائی کے لئے خرچ
ہونا ضروری ہے۔ انسانیت کے اس دَور کی جس کی آدمؑ
کے ذریعہ ابتداء ہوئی اس بات پر بنیاد رکھی گئی:۔

"إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ○
وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَ
لَا تَضْحَىٰ ○" (طٰہٰ: ۱۱۹/۱۲۰)

کہ تمہاری بنیادی ضروریات کی تکمیل ہو اور بھوک پیاس
اور لباس و حفاظت کے تقاضے پورے ہوں۔ قرآن شریف
نے اس بات پر بار بار زور دیا ہے کہ ان مآخذ سے کمزور
طبقات یتیم و مسکین وغیرہ کے حقوق ٹھیک طرح ادا کئے
جائیں اور کوئی ایسا معاشی نظام قائم نہ ہو جس میں
دولت کا ارتکاز تھوڑے ہاتھوں میں ہوتا چلا جائے
فرماتا ہے:۔

"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ
الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ" (الحشر: ۸)

کہ سرکاری محاصل کو اس طرز پر خرچ کیا جائے کہ دولت
زردار طبقہ میں چکر نہ لگاتی رہے۔ انسانی تاریخ یہ تجربہ
کر چکی ہے کہ دولت کے طبقاتی ارتکاز کا سب سے اہم
ذریعہ سود ہے اس لئے فرمایا:۔

"يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا

اللہ تعالیٰ سود کو مٹانا چاہتا ہے:۔

"وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ
أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ
وَلَا تُظْلَمُونَ ○" (البقرہ: ۲۸۰)

اگر تم سود سے باز آ جاؤ تو تمہارے بنیادی اموال
تمہارے فائدہ کا موجب ہوں گے اور سود سے جو ظلم
ہوتا ہے اور پھر اس کے ردّ عمل کے طور پر سود لینے والے
جو ظلم کا نشانہ بنتے ہیں اس سے تم محفوظ رہو گے
فرمایا:۔

"لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا
مُّضَاعَفَةً" (آل عمران: ۱۳۱)

سود سرمایہ کو کئی گنا بڑھاتا چلا جاتا ہے اس لئے اس سے
بچو اور وراثہ و زکوٰۃ جو دولت کو پھیلانے اور تقسیم کرنے
کا ذریعہ ہے کو رائج کرو۔

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ
الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا"
(النساء: ۶)

اور ذرائع پیداوار جو انسانی قیام و بقاء کا ذریعہ ہیں ناسمجھ
اور غیر ذمہ دار ہاتھوں میں نہ دو۔

چوتھا بنیادی حق انسانیت حریتِ ضمیر،
مذہب و عقیدہ کی آزادی۔ اور فکر و رائے پر عدم پابندی
ہے۔ سورۃ فاتحہ میں معبود حقیقی کی عبادت کا ذکر بھی
اس کی خوبصورت ترین صفات کے تذکرہ کے بعد طبعی
جوش کے ذریعہ کیا گیا ہے نہ کہ کسی جبر کے ماتحت فرماتا ہے

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ
فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ
تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ
اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝" (النسآء ۱۷۱)

اے انسان کامل لقب سے ملقب وجود! تمہارے پاس اس ہستی کی طرف سے جو تمہاری پیدا کرنے والی۔ تمہاری ربوبیت کرنے والی اور تمہیں کمال تک پہنچانے والی ہے "الرسول" ایک کامل اور حقیقی رسول "الحق" ایک کامل صداقت، حقیقی سچائی لے کر آیا ہے اس لئے ایمان لاؤ سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے۔ جبر کوئی نہیں اِنْ تَكْفُرُوْا اگر انکار کرو تو کر سکتے ہو مگر یہ یاد رکھو فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا تم انکار اس ہستی کے پیغام کا کرو گے جس کے ہاتھ میں کائنات کا سارا نظام ہے اور اس کا یہ پیغام علم و حکمت پر مشتمل ہے۔ فرماتا ہے:۔

"فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ
شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ" (الکہف ۳۰)

جو چاہے ایمان لے آئے اس کو اختیار ہے اور جو چاہے کفر اختیار کرے لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین کے لئے جبر کا استعمال جائز نہیں۔ فرمایا:۔

"وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ
فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ"

(یونس: ۱۰۰)

اگر تیرے رب کی جبری مشیت کام کرتی تو زمین میں ہر شخص ایمان لے آتا مگر کیا فطرت اس طریق کو پسند کرتی ہے؟

"اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى
يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" (یونس: ۱۰۰)

کیا اے نبی! تمہاری پاکیزہ فطرت اس بات کو قبول کرتی ہے کہ لوگوں کو جبر کر کے مومن بنائیں۔ اس حق آزادی عقیدہ کے ساتھ مخالفین کے بے معنی عقیدہ کی توہین اور تمسخر سے بھی منع فرمایا کہ ردّ عمل کے طور پر وہ تمہارے مقدس معبود کی تحقیر کریں گے۔ فرماتا ہے:۔

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ
عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ" (الانعام: ۱۰۹)

کہ اللہ کے مقابلہ میں یہ لوگ جن بے حیثیت وجودوں کو پکارتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے اللہ کو برا کہیں گے۔ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ (الانعام: ۱۰۹) ہر قوم اپنے عمل کو خوبصورت سمجھتی ہے ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (الانعام: ۱۰۹) فیصلہ خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ سب اپنے رب کی طرف واپس جائیں گے اور وہ انہیں ان کے اعمال کی حقیقت بتائے گا۔

پانچواں بنیادی حق انسانی جو صفت مالکیت کا ایک تجلی ہے قانونی عدل و انصاف کا حق ہے جس پر قرآن کریم نے غیر معمولی زور دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا
قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ"

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ
عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

(المائدہ : ۹)

اے مومنو! خدا کی خاطر لوری یہ جوالمردی کے ساتھ انصاف کے مطابق گواہی دینے کے لئے ایستادہ ہو جاؤ۔ وہ کسی قوم سے دشمنی کرتے ہیں ان کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کے دامن کو چھوڑ دو۔ عدل کرو کہ وہ تقویٰ تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے۔ عدل و انصاف کے قیام کے ضمن میں ایک قرآنی ہدایت یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی الزام ثابت نہ کیا جائے وہ بری ہے اور جو کسی بے قصور پر الزام لگائے یَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا٥ تو وہ زبردست بہتان اور کھلم کھلا گناہ کا ذمہ دار ہے۔ یہ حق انصاف اور جرم ثابت کئے بغیر گرفت کی ممانعت خود اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا نتیجہ ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے:۔

"وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ
اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ج
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ج
شَهِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا
غٰفِلِيْنَ ٥ لا اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ
اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ
كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ج

اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ
الْمُبْطِلُوْنَ ٥" (الاعراف ۱۷۲-۱۷۳)

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور اپنی توحید کی گواہی انسانی فطرت میں منقوش کی ہے ورنہ بنی آدم بجا طور پر اپنی ناواقفیت کا عذر پیش کر سکتے تھے یا یہ کہہ سکتے تھے کہ شرک ہمیں ورثہ میں ملا ہے اور ماضی کے کچھ باطل پرستوں کے فعل کی سزا ہمیں کس طرح مل سکتی ہے۔

الغرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بھی اپنی ربوبیت کو منصفانہ ثابت فرمایا ہے اور الزام ثابت ہوئے بغیر ان پر سزا کو جائز قرار نہیں دیا۔ عدل و انصاف کی یہ صفت حسنہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں اس طرح تجلی پذیر تھی کہ فرمایا:-

"لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ" (النور ۳۶)
یعنی طینت پاک محمدیؐ میں نہ افراط ہے نہ تفریط، بلکہ نہایت توسط اور اعتدال پر قائم ہے۔ اور اسی کا ظہور تھا جو آپؐ نے فرمایا:-

"اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ
اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ
الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ
فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ
الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ
بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ
يَدَهَا"

کہ تم سے پہلی قوموں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ ان میں

النساء : ۱۱۳

سے جب کوئی معزز سمجھا جانے والا چوری کرتا تو اس کو کچھ نہ کہتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد لگاتے خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔

چھٹا بنیادی انسانی حق عزت کی حفاظت ہے

قرآن شریف نے کسی شخص کے متعلق ناگوار بات پبلک میں بیان کرنا سختی سے منع فرمایا ہے۔ فرماتا ہے

"لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ"

(النساء: ۱۴۹)

مظلوم ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کسی بری بات کا پبلک میں اظہار قطعاً پسند نہیں فرماتا اور بغیر تحقیق و ثبوت کے کسی پر الزام کا تذکرہ کرنے کے متعلق فرمایا:۔

"وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

(النور: ۱۷/۱۸)

کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ الزام سنا تو فوراً کہہ دیا کہ اس بات کو زبان پر لانا ہمارے لئے روا نہیں اے خدا تو پاک ہے اور یہ الزام صریح بہتان ہے یہ نصیحت اللہ تعالیٰ اس لئے کر رہا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو آئندہ تا قیامت کبھی دوبارہ یہ بات تم سے سرزد نہ ہو کہ بغیر ثبوت اور تحقیق کے کسی الزام کو دہراؤ۔ اسی حق انسانی کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ نے سختی سے غیبت کی مخالفت فرمائی یعنی کسی شخص کی غیر موجودگی میں کسی سچی بات کو بھی بیان کرنے سے منع فرمایا جو اس شخص کے لئے ناگوار ہو فرمایا:۔

"وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا"

(الحجرات: ۱۳)

تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔

"اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ" (الحجرات: ۱۳)

کیا تم پسند کرو گے کہ تمہارا بھائی فوت ہو گیا ہو اور تم چھری پکڑ کر اس کا گوشت کاٹو اور کھانے لگ جاؤ۔ غیبت بھی ایسا ہی جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"الغيبة اشد من الزنا"

کہ غیبت زنا سے بڑا جرم ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ وہ کیسے؟ فرمایا:۔

"ان الرجل ليزني فيتوب فيغفر الله له"

انسان بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے پھر توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔ "وان صاحب الغيبة لا يغفر له حتى يغفرها له صاحبه" مگر غیبت کا مرتکب چونکہ کسی شخص کی دل آزاری کا موجب ہوتا ہے اس لئے غیبت کرنے

والے کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے۔

ساتواں بنیادی حق انفرادی آزادی کا حق ہے اور جان کی حفاظت کے حق کی طرح اس حق کو سلب کرنے کی بھی صرف اسی صورت میں اجازت دی گئی ہے کہ کوئی شخص خود دوسروں کی آزادی سلب کرنے کی خاطر جارحانہ طور پر حملہ آور ہو۔ فرماتا ہے:۔

"مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ
لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ
فِى الْاَرْضِ" (الانفال: ۶۸)

نبی کا مقام سب سے بلند ہے مگر کسی نبی کو بھی اجازت نہیں کہ وہ کسی کی آزادی سلب کرے سوائے ایک صورت کے کہ اس کو زمین پر خونریز جنگ لڑنا پڑے اور جنگ کے متعلق قرآن شریف کی واضح تعلیم سے ظاہر ہے کہ نبی وہی جنگ لڑ سکتا ہے جو دشمن کی طرف سے مومنوں کی جان اور آزادی اور مال پر ظالمانہ اور جارحانہ حملہ کی مدافعت کے لئے لڑی جائے۔

آج کل ظاہری لحاظ سے ترقی یافتہ ممالک کے معترضین اسلام کی ان سزاؤں پر سختی کا اعتراض کرتے ہیں جو اسلام نے کسی کی جان، مال، آزادی اور عزت وغیرہ بنیادی حقوق پر جارحانہ ظالمانہ حملہ کرنے والوں کے لئے قطعی اور یقینی ثبوت جرم کے بعد مقرر کی ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے نام نہاد تہذیب یافتہ ممالک میں ہر چھوٹے سے چھوٹے جرم پر لکھو کھا انسانوں کو انفرادی آزادی جیسے بنیادی اور اصل الاصول حق سے محروم کیا جاتا ہے۔ اسلام نے اگرچہ صرف اس شخص کے لئے اس حق سے محرومی کو روا رکھا ہے (گو اِمّا منًّا (محمد: ۵) کہہ کر اس کو بھی زیادہ پسند نہیں فرمایا) جو خود دوسروں کو اس بنیادی حق سے محروم کرنے کے لئے جارحانہ حملہ کرے مگر اس کے ساتھ ہی اسلام نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ ایسے شخص کا مقام بند کوٹھڑی نہیں بلکہ اس کی زندگی اسی طرح گزرے گی جیسے اس کو گرفتار میں لینے والوں کی زندگی ہے اور اس کا کھانا لباس معیشت اور عزت ویسی ہی ہوگی جو اس کو قید کرنے والوں کی ہے۔

آٹھواں بنیادی حق فرد کی نجی زندگی کا احترام ہے۔ فرماتا ہے:۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ
حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰۤى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝
فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ
اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ
قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا
هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝"

(النور: ۲۸-۲۹)

کہ اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں نہ داخل ہو جب تک ان گھر والوں سے اجازت نہ لے لو اور جب تک ان کے لئے سلامتی کا پیغام لے کر نہ جاؤ۔ یہ خود تمہارے فائدہ کی باتیں ہیں جو تم خود دوسروں

کو دو گے وہی خود بھی حاصل کرو گے اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تب بھی اس میں داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے اور اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ کہ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہو گا۔ اسی نجی زندگی کے احترام کے لئے قرآن شریف نے لَا تَجَسَّسُوْا (الحجرات ۱۳) کہہ کر افراد کی زندگی میں تجسس سے منع فرمایا ہے اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ (الحجرات ۵) اور وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ (الحجرات: ۶) کہہ کر اس حق کی باریک اخلاقی رفعتوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔

نواں بنیادی انسانی حق اپنے نقطۂ نظر و عقیدہ ورائے کی تبلیغ و اشاعت ہے وہ صفت رحمانیت کی ایک تجلی کا عکس ہے۔ قرآن کریم نے بار بار بَشِّرْ[۱] اور اَنْذِرْ[۲] و بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ[۳] اور مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (حٰم سجدہ ۳۴) کہہ کر اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ جس چیز کو انسان دوسروں کے لئے خیر اور بھلائی کا موجب سمجھتا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا فیض رحمانیت کے ماتحت ضروری ہے کیونکہ رحمانیت اس فیض کا باعث ہے جو کسی کے عمل اور سعی اور دعا کے بغیر محض اپنی دلی رحمت کے نتیجہ میں ہو مگر اس کے ساتھ ہی اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل: ۱۲۶) کہہ کر یہ شرط لگا دی کہ اپنے نقطۂ نظر کی تبلیغ دانش مندی، پختگی اور خوبصورت وعظ کے ساتھ ہو یعنی دل آزاری اور فتنہ و فساد پیدا کرنے کا موجب نہ ہو جیسا کہ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ (النساء: ۱۴۹) لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (الحجرات: ۱۲) اور وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (الحجرات: ۱۲) میں توجہ دلائی گئی ہے۔

عقیدہ ورائے کی تبلیغ کے راستہ میں روک ڈالنے کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا
تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ"
(حٰم سجدہ: ۲۷)

کہ کفار کہتے ہیں اس قرآن کی تعلیم مت سنو اور اس کے سنانے کے وقت شور مچاؤ تاکہ اسی طرح تم غالب آ جاؤ۔ اور تبلیغ کے رستہ میں مادی طور پر روکیں ڈالنے والوں کو تنبیہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں قوم ثمود کو ہلاک میں ملانے کا ذکر کیا ہے جنہوں نے نَاقَةَ اللّٰهِ کو ہلاک کر کے حضرت صالحؑ کی تبلیغی سرگرمیوں کو بند کرنا چاہا تھا۔

دسواں حق بنیادی جو انسان کے لئے تسلیم کیا گیا ہے۔ مشترک مقاصد کے لئے حق اجتماع و جماعت بندی ہے۔ سورۃ فاتحہ میں ایک فرد کی خدا تعالیٰ سے مناجات

---

[۱] النحل [۲] المدثر [۳] المائدہ

اور دعا میں بھی اِهْدِنَا اور نَعْبُدُ کے صیغے جمع کی شکل میں رکھ کر یہی اشارہ ہے کہ مشترکہ مقاصد کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کا سہارا بن کر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ فرماتا ہے :۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝"

(الانفال: ۷۳، ۷۴)

کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جانی اور مالی جہاد کر رہے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو پناہ دی اور نصرت میں مشغول ہیں یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے سچے مددگار، ایک دوسرے کا سہارا اور ایک دوسرے کے ذمہ دار ہیں مگر جو لوگ ہجرت کر کے اس نظام میں شامل نہیں ہوئے ان کی ذمہ داری تم پر نہیں پڑتی جب تک وہ ہجرت کر کے اس نظام کا حصہ نہ بن جائیں ان کی تنظیم الگ ہے ہاں دینی امور میں ان کی مدد جائز ہے۔ مگر کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہاری تنظیم کا معاہدہ ہو اور جو لوگ کافر ہیں بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ان کی اپنی تنظیمیں ہیں وہ ایک دوسرے کے مددگار اور ذمہ دار ہیں اس لئے اگر تم اس طریق کو اختیار نہ کرو تو دنیا میں بڑا فتنہ و فساد ہو جائے گا۔

گیارھواں حق جو انسانیت کو دیا گیا یہ ہے کہ انسان پر حکومت و اختیار حقیقی طور پر صرف خدا تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ربّ حقیقی اور مالک حقیقی صرف وہی ہے اَلْاَمْرُ كُلَّهٗ لِلّٰهِ (آل عمران: ۱۵۵) اختیار و حکومت سب کا سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا :۔

"لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ"

(آل عمران:)

آپ کا اختیار خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ ذاتی اختیار آپ کو بھی حاصل نہیں۔ اور وہ اختیار حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امانت ہے فرمایا :۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا"

(النساء: ۵۹)

کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم تمام اختیار کی ذمہ داریاں

بطور امانت اہل لوگوں کے سپرد کرو۔ غرض اختیار حکومت
ایک امانت ہے جس کی ادائیگی کے بارہ میں خدا کے حضور
پوچھا جائے گا۔ یہ اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء
کو تفویض ہوا۔ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ
(آل عمران: ۱۶۰) کہہ کر انسانوں سے مشورہ کا حکم دیتا ہے
وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۹)
کے ذریعہ انسانوں کے باہمی مشورہ سے حکومت کی ذمہ داری
کی ادائیگی کا ارشاد فرماتا ہے اور وَتِلْكَ نِعْمَةٌ
تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝
(الشعراء: ۲۳) کہہ کر یہ وضاحت فرماتا ہے کہ کسی
کو دوسروں کو محکوم بنا کر رکھنے کی اجازت نہیں ہے

بارھواں حق جو انسان کے لئے تسلیم کیا گیا ہے
انفرادی ثمرات محنت سے متمتع ہونے اور انفرادی
آزادی جدوجہد کا حق ہے لیکن چونکہ وہ نمبر ۳ پر بیان
شدہ اجتماعی معاشی بنیادی حقوق سے ٹکراتا نہیں
اس کا ذکر لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (النجم
۴۰) اور أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا
(البقرۃ: ۲۰۳) میں کیا گیا ہے۔ یہ حق صفت الرحیم
کا تقاضا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ کی صفت الرحیم بیان
کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت
ہے جس کا تقاضا ہے کہ محنت اور
کوشش کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان پر
ثمرات اور نتائج مترتب کرتا ہے اگر
انسان کو یہ یقین نہ ہو کہ اس کی
محنت اور کوشش پھل لادے گی تو
وہ بالکل سست اور نکما ہو جاوے گا
اور یہ صفت انسان کی امیدوں کو
وسیع کرتی اور نیکیوں کے کرنے کی
طرف جوش سے لے جاتی ہے۔"
(تفسیر سورۃ فاتحہ)

اور آخری حق جس کا اس وقت ذکر مقصود ہے
کرۂ ارض پر سب انسانوں کے سفر اور نقل و حرکت کا حق ہے
رب العالمین کی صفت کے ماتحت سب انسان ایک اکائی
اور کرۂ ارض کی ایک وحدت ہے۔ اور کرۂ ارض پر نقل و
حرکت کی ایسی پابندیاں جو دوسرے بنیادی حقوق کے
تحفظ کے لئے ضروری ہوں پسندیدہ نہیں۔ قرآن کریم
نے سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ
بَدَأَ الْخَلْقَ (العنکبوت: ۲۱) میں علمی ترقی کے
لئے سفر کا حکم دیا ہے۔ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي
الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ
بِهَا (الحج: ۴۷) میں عقلی ترقی کے لئے سفر کا
حکم دیا ہے۔ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ
(الروم: ۴۳) میں روحانی ترقی کے لئے سفر کا حکم
دیا ہے۔ اور جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا
فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا (الملک: ۱۶) میں معاشی
ترقی کے لئے سفر کا حکم دیا ہے اور إِذَا جَاءَكُمُ
الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ (الممتحنۃ: ۱۱) اور
أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً (النساء: ۹۸)

میں ایک حکومت سے دوسری حکومت میں پناہ کے لئے سفر کا ذکر ہے۔ اس لئے کرۂ ارض پر خدا کے اذن کے بغیر آہنی پردوں کی دیواریں کھڑی کرنا اسلام میں پسندیدہ نہیں۔

یہ چند وہ بنیادی حقوق ہیں جو قرآن شریف نے سکھلائے اور جن کی تعلیم ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ آج کی دنیا ۱۰ دسمبر کو حقوق انسانی کا [illegible] منا تی ہے اور عمومیانہ طور پر سمجھتی ہے کہ انسان کے بنیادی حقوق کا منشور ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو مجلس اقوام متحدہ کے ذریعہ دنیا کو دیا گیا۔ اگر عارفانہ نظر سے دیکھا جائے۔ اگر بصیرت سے نگاہ کی جائے تو ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو نہیں بلکہ ۹ اور ۱۰ ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ کو حقوق انسانی کا صحیفہ عرفات اور منیٰ کے وسیع میدانوں میں سرتاج انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا۔ روایت کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔ آپؐ کے سامنے تقریباً سوا لاکھ کا مجمع تھا جو گویا تمام امت محمدیہ بلکہ کل انسانیت کی نمائندگی کر رہا تھا۔ خاموشی کا اعلان کیا گیا اور اتنے وسیع میدان میں اتنے بڑے مجمع میں سکون و خاموشی کا یہ عالم ہو گیا کہ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میری اونٹنی کے منہ سے لعاب میرے اوپر گر رہا تھا مگر میں اپنی جگہ سے ہلتا نہ تھا کہ مبادا ہلنے سے آواز پیدا ہو۔ ان عظیم مجمعوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند ہوئی اور آپؐ نے فرمایا:-

"اَیُّھَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ"

اے سب انسانو! سن لو کہ تم سب کا خدا ایک خدا ہے وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ اور تم سب کا باپ ایک ہے اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ولا لعجمی علی عربی نہ عجمی کو عربی پر برتری حاصل ہے وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ نہ ہی سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ نہ ہی سیاہ کو سرخ پر کوئی برتری حاصل ہے الا واِنّ کلّ دمٍ ومالٍ ومأثرۃٍ کانت فی الجاھلیۃ تحت قدمی ھذا الی یوم القیامۃ۔ سن لو کہ انسانی جان کی بے عزتی اور مال کی بے حرمتی یا انسان کو دوسرے پر ترجیحی سلوک جو جاہلیت میں قائم تھا میں آج قیامت کے دن تک کے لئے اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا:-

"اَلَا لَا تَظْلِمُوْا، اَلَا لَا تَظْلِمُوْا، اَلَا لَا تَظْلِمُوْا"

خبردار کوئی حق تلفی نہ کرو، کوئی حق تلفی نہ کرو۔ کوئی حق تلفی نہ کرو۔

انسانی جان کی حرمت قائم کرتے ہوئے فرمایا:-

"اِنَّ دِمَاءَ الْجَاھِلِیَّۃِ مَوْضُوْعَۃٌ وَاِنَّ اَوَّلَ دَمٍ اَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ رَبِیْعَۃَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ"

کہ جاہلیت کے زمانہ کے خون وانتوں

انتقام کا سلسلہ موقوف کیا جاتا ہے اور
سب سے پہلے میں اپنے بھائی ربیعہ کا خون
معاف کرتا ہوں۔

سود انسان کے معاشی حقوق کو تلف کرنے کا ذریعہ
تھا۔ فرمایا:۔

"اَلَا اِنَّ کُلَّ رِباً فِی الجاھلیۃ
موضوع۔ جاہلیت کے تمام سود موقوف
کئے جاتے ہیں۔ لکم رؤس اموالکم
صرف رأس المال ملے گا۔ غیر ربا
العباس بن عبد المطلب فانہ
موضوع کلّہ مگر ہمارے خاندان کو
ملنے والا صرف سود ہی موقوف نہیں بلکہ
تمام قرض معاف ہے"

جنس و صنف کے امتیاز کی بنا پر حق تلفی ہوتی
تھی۔ فرمایا:۔

"فاتقوا اللّٰہ فی النساء۔ عورتوں کے
حقوق کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان لکم علی
نسائکم حقاً ولھن علیکم حقاً جس طرح
تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں بالکل اسی طرح عورتوں
کے تم پر حقوق ہیں"۔

قیدیوں کے حقوق کے متعلق توجہ دلائی اور فرمایا
"ارقاءکم ارقاءکم" اپنے قیدیوں کا خیال
رکھو۔ اپنے قیدیوں کا خیال رکھو۔ اطعموھم
مما تاکلون جو خود کھاتے ہو ان کو کھلاؤ۔ و
اکسوھم مما تلبسون۔ جو خود پہنتے ہو ان
کو پہناؤ۔ اور فرمایا:۔

"ان دماءکم واموالکم واعراضکم
حرامٌ علیکم الی ان تلقوا ربکم"
کہ تمہاری جان اور تمہارے مال اور تمہاری
عزت کی حرمت تم پر واجب کر دی گئی ہے
اس روز تک کہ تم اپنے ربّ سے ملو۔

خطبہ کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
دونوں ہاتھ بلند فرمائے اور بلند آواز سے فرمایا:۔

"الا ھل بلّغت، الا ھل
بلّغت۔ الا ھل بلّغت"
کیا میں نے یہ پیغام پہنچا دیا ہے؟

اور مجمع نے ایک آواز سے کہا۔ "نعم" پھر آپؐ نے
اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"اللّٰھم اشھد۔ اللّٰھم اشھد
اللّٰھم اشھد"
اے خدا تو گواہ رہ!

اور پھر مجمع کو مخاطب کر کے حکم دیا:۔

"لیبلّغ الشاھد الغائب"
جو آج یہاں موجود ہیں وہ ان کو یہ
پیغام پہنچا دیں جو آج موجود نہیں۔

آج بھی کرۂ ارض یہ پیغام سننے اور اس پر عمل کرنے کا
محتاج ہے۔ سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم
اللّٰھم صلّ علی محمّد وآل محمّد وعبدک المسیح
الموعود وآلہ افضل صلوٰتک وبارک وسلّم
انک حمیدٌ مجیدٌ!

جناب شیخ عبدالقادر۔ رستم پارک۔ نواں کوٹ۔ لاہور

ہم خُدا والے ہیں پیغامِ خُدا دیتے ہیں
اُس کے محبوب کو محبوب بنا دیتے ہیں

ذرّے ذرّے میں محبّت کو بسا دیتے ہیں
جس جگہ بیٹھے وہیں دھونی رما دیتے ہیں

لذّتِ درد سے کوئی تو شناسا ہوتا
کون جانے کہ مرے زخم دعا دیتے ہیں

آ جاتی ہے فلک پر تو فرشتے بڑھ کر
دلِ مہجور کو مولیٰ سے ملا دیتے ہیں

غنچۂ دل میں بسائیں گے شمیمِ اُلفت
ہم یہی درسِ وفا صبح و مسا دیتے ہیں

کتنی پیاری ہے تقرّب کی علامت دیکھو
دو کمانوں کو اُٹھا کر وہ ملا دیتے ہیں

اُس کا پیغامِ وفا کس نے جفا میں بدلا
حرفِ "رحمت" پہ وہ اِک نکتہ لگا دیتے ہیں

"آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خُدا پاؤ گے"
ساری دُنیا کو یہ پیغام سُنا دیتے ہیں

رپورتاژ

اہل عالم کے لئے عموماً عبرت، دردانگیزی اور توبہ کا دن ہے کیونکہ ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو اتحادیوں نے جاپان کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روکنے کے لئے دنیا کا مہلک ترین ہتھیار "ایٹم بم" ہیروشیما پر گرایا تھا اور دیکھتے دیکھتے ایک ہنستے بستے معصوم شہر کو جہنم میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس لئے اہل جاپان ۶ اگست کو ان معصوم روحوں کی آشتی اور مکتی کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور جوق در جوق اس اجتماعی یادگار پر حاضر ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی عین اس دن ہیروشیما پہنچنے اور اس عبرت کدہ کو دیکھنے کا پروگرام بنایا لہٰذا ۸ دن پہلے سے گاڑی میں سیٹ ریزرو کروالی۔ اگر ہم ایک گھنٹہ دیر سے پہنچتے تو ۶ اگست کو ہیروشیما نہ جا سکتے۔

ہیروشیما کے رہنے والوں پر ۶ اگست ۱۹۴۵ء کا سورج حسب معمول ۵ بج کر ۳۰ منٹ پر طلوع ہوا۔ لوگ باگ بچے بالے اپنے اپنے معمولات میں مصروف ہو گئے۔ ارد گرد کے شہروں سے سکولوں کے بچے ہزاروں کی تعداد میں ہیروشیما پہنچے اور قومی خدمت کے جذبے کے ساتھ ان مخدوش عمارتوں کو منہدم کرنے میں جت گئے جو جنگ میں پہلے کی بمباری سے متاثر ہوئی تھیں اور جن کا وجود [illegible]

ہماری گاڑی ہکاری ۵۷ "تقریباً" اسی وقت اور اسی رفتار سے ہیروشیما پہنچی جس وقت اور جس رفتار سے عین ۳۲ برس قبل B-29 سپر فورٹریس "اینولا گے" (ENOLA-GAY) اپنے تباہ کن اور مہلک بوجھ سمیت ہیروشیما کی فضا میں داخل ہوا تھا۔ مگر اللہ اللہ! انسان اور انسان میں کتنا فرق ہے؟ کرنل تبت اور کیپٹن ولیم پارسن موت اور تباہی کا پیغام لے کر آئے تھے۔ مگر ہم ان مظلومین کی روحوں کی آسودگی کی دعائیں لے کر سرزمین ہیروشیما پہ قدم رکھنے والے تھے۔

۶ اگست کو ان [illegible] کے لئے منصہ

کے پھول ایسے معصوم بچے اور بچیاں حسب معمول اپنی
اپنی وردیوں میں ملبوس، ہاتھوں میں بستے پکڑے اُچھلتے
کودتے، چہلیں کرتے، سکولوں کی جانب رواں دواں
تھے کیونکہ انہیں سوا آٹھ بجے سکول پہنچنا تھا۔ بازاروں
میں چہل پہل اور رونق شروع ہو گئی تھی۔ اگرچہ ان
سکولوں میں چھٹیاں ہوتی ہیں مگر ان معصوم بچوں نے یہ
فیصلہ کر رکھا تھا کہ اگر قوم محاذِ جنگ پر مصروف ہے تو
وہ اپنے محاذِ تعلیم پر مصروف رہیں گے۔

اردگرد کے پہاڑوں پہ سبزہ کی چادر لپیٹی ہوئی تھی
گملوں پر اگست کے نارنجی، سفید اور نیلے پھول کھلے
ہوئے تھے۔ گھروں کے سامنے رکھے ہوئے گملے، ننھے ننھے
پھولوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کسی کو وہم بھی نہ تھا کہ
کچھ دیر بعد کیا ہونے والا ہے کہ اچانک شمال مشرق
کے رُخ سے ایک طیارہ نمودار ہوا جسے سب نے دیکھا مگر
کوئی یہ بتانے کیلئے باقی نہ رہا کہ اس کے بعد کیا ہوا ہے؟
ہے "پھر نہ کچھ آیا نظر جز شعلۂ پر پیچ و تاب"

سوا آٹھ بجے اینولا گے کے کیپٹن کرنل تبت
نے امریکی فوج کے ماہر اسلحہ کیپٹن پارسن کو عین میونسپل ہال
کے اوپر پہنچ کر بم گرا دینے کا حکم دیا۔ شدید جھٹکے،
دھماکے، اور چکا چوند کر دینے والی روشنی کے ساتھ وہ بم
طیارہ سے جدا ہو گیا اور طیارہ پوری رفتار سے آگے
شمال مغرب کی طرف مڑ گیا۔ نیچے سوائے دھوئیں اور
آگ کے اور کچھ نہ تھا۔ دس منٹ کے بعد جاسوسی طیارے
پہنچ گئے کہ وہ اس کارنامے کے نتائج کی تصویریں لے سکیں
سوائے ایک میٹھی بادل کے اور وہاں کچھ نہ تھا۔ فضا
دھندلی تھی ـــــــ ایک گھنٹہ بعد تصویر لی گئی
اس سے ظاہر ہوا کہ ساڑھے تین لاکھ انسانوں کا یہ شہر راکھ اور
ملبہ کا ڈھیر بن چکا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ

دو گھنٹے بعد گیارہ بجے وائٹ ہاؤس کی
ایک ہنگامی پریس کانفرنس میں صدر ٹرومین نے اعلان کیا کہ:-

"میں اپنی قوم کو یہ خوشخبری دینا
چاہتا ہوں کہ امریکی اور انگریز سائنس
دانوں نے مشترکہ کوششوں سے کائنات کی
بے پناہ قوت کو زیر نگین کر لیا ہے اور
اب سے کوئی دو گھنٹے پیشتر جاپان
کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا جا
چکا ہے۔"

اتحادیوں نے بغلیں بجائیں۔ سائنسدانوں کے فوٹو اور
پروفائل اخباروں میں شائع کئے گئے۔ ضمیموں پر
ضمیمے شائع کئے گئے۔ کرنل تبت نے مسکراتے ہوئے
بیان جاری کیا کہ:-

"ایٹم بم ایک دھماکے کے ساتھ طیارہ
سے جدا ہوا اور ہیروشیما کا شہر ابلتے
ہوئے دھوئیں اور لپکتے ہوئے شعلوں
کی لپیٹ میں آ گیا۔"

۸ اگست کے لندن کے اخبار نیوز کرانیکل نے پہلے صفحہ
پر سرخ اور جلی حروف میں ہیروشیما کا نام لکھا اور ساتھ
ہی یہ اقتباس بھی شائع کیا کہ:-

"اتحادی، جاپانیوں کو ہیروشیما کی تباہی
سے عبرت حاصل کرنے کا موقع د

دیتے ہیں اگر وہ ہتھیار نہیں ڈالیں گے
تو جاپان کو صفحۂ ہستی سے نابود کر
دیا جائے گا۔"

عبرت کے لئے یہ تفصیلات بھی شائع کی گئیں کہ:۔
"اتنی ایٹمی بم سے وہ تباہی ہوئی ہے
کہ اگر موجودہ دور کے طاقتور ترین
بمبار کوئی کراتحادی طیارے ایک
ہزار حملے بھی کریں تو وہ نتائج حاصل
نہ کر سکیں۔"

وہ نتائج یعنی بارہ مربع میل کے شہر کی مکمل تباہی اور تین لاکھ اٹھارہ ہزار نفوس کی ہلاکت۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

جب جاپانیوں نے خاطر خواہ عبرت حاصل نہ کی تو دوسرا بم ناگاساکی پر گرایا گیا۔ جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اتحادیوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلے مگر ان معصوم روحوں کی یادگاروں پر ایک چراغ جلانے والا بھی کوئی باقی نہ رہا۔

یہ بم عین میونسپل ہال کے اوپر فضا میں تقریباً دو ہزار فٹ کی بلندی پر پھٹا اور سارے شہر کو چشم زدن میں جلا کر رکھ دیا۔ وہ روشنی اور حدّت پیدا ہوئی کہ سومی تومو بنک کی سیڑھی پر بیٹھا ہوا ایک انسان ہوا میں تحلیل ہو گیا مگر اس کا سایہ پتھر پر ثبت ہو گیا۔ کچھ دور پرے ایک پل پر ایک گھوڑا گاڑی کا عکس پل پر رہ گیا۔ گاڑی اور گاڑی والے تحلیل ہو گئے۔ پتھر کے ایک کھمبے پر، چھتنار کے پتوں کا عکس رہ گیا۔ چھتنار غائب ہو گیا۔ لوہا پگھل کر موم کی طرح بہنے لگا۔ جو انسان زمین کے نیچے تھے یا اس مہلک روشنی کی براہ راست زد سے محفوظ تھے۔ ان کی جلد جسم سے جدا ہو کر چیتھڑوں کی طرح لٹکنے لگی۔ آنکھیں، ناک اور منہ، برابر ہو گئے اور جو دھماکے کے مرکز سے ذرا دور تھے ان کے جسموں کے کپڑے جل گئے مگر کپڑوں کی دھاریاں جسموں پر ثبت ہو گئیں۔ سکّے پگھل گئے۔ برتن چُڑمُڑ ہو گئے۔ حتیٰ کہ بتوں کی شکل بھی بگڑ گئی ——— کوئی بھی محفوظ نہ رہا ——— جاندار نہ بے جان ——— عابد نہ معبود ——— ،

ہم عین سوا آٹھ بجے، ہیروشیما کے امن پارک میں پہنچے۔ لاکھوں لوگ، وزیر اعظم تاکیو میکی کی قیادت میں سر جھکائے اجتماعی یادگار کے سامنے کھڑے تھے۔ ہم نے بھی اسلامی طریق پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے کہ:۔

"اے خدا! ان روحوں کو آسودگی
دے کہ یہ انسان، انسانوں کی بربریت
کا شکار ہیں۔"

جب بھیڑ ذرا چھٹ گئی تو اس یادگار کے قریب گئے۔ لوگوں نے پھولوں کی چادروں سے اسے ڈھانپ دیا تھا۔ مگر لوح کے الفاظ صاف نظر آ رہے تھے:۔

"اے معصوم روحو!
ابدی آرام اور سکون، تمہارے نصیب ہو!
ہم عہد کرتے ہیں کہ دوبارہ ایسا نہیں ہو گا۔"

ہم نے یہ لوح پڑھی تو دل سے دعا نکلی۔ اے کاش! اے کاش!......."

سامنے امن کی آگ روشن تھی۔ پیچھے امن کا
عجائب گھر تھا اور ذرا سامنے میونسپل ہال کی چار منزلہ عمارت
کا ڈھانچہ تھا جس کے گنبد کی چوکھٹ اس لئے سلامت
رہ گئی کہ بم عین اس کے اوپر فضا میں پھٹا تھا۔ اور ایٹمی
ہوا کے دباؤ، ٹمپریچر سے اردگرد پھیل گئے تھے۔ اس گنبد کو
امن کا گنبد کہتے ہیں۔ اہل ہیروشیما نے اس تباہ شدہ شہر
کے ملبہ پر ایک نیا ہیروشیما تعمیر کر لیا ہے۔ بلند و بالا صاف
ستھری عمارتیں، بازار، سڑکیں، مکان، سب کچھ،
مگر اس خاص حصہ کو جہاں بم پھٹا تھا امن پارک میں
تبدیل کر دیا ہے اور ایک امن کا عجائب گھر بھی بنایا ہے
جہاں اس ہلاکت آفرینی کی یادگاریں محفوظ رکھی گئی ہیں
کہ اہل بصیرت انہیں دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

ہم امن کے عجائب گھر میں داخل ہونے لگے تو
روک دیئے گئے کہ اس وقت وزیر اعظم صاحب معائنہ
فرما رہے تھے ——— ذرا توقف کیجئے!

تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ میکی صاحب آنسو پونچھتے
سیڑھیوں سے اتر رہے ہیں اور جلو میں فوٹو گرافروں،
اخباری نمائندوں اور ہیروشیما کے بڑوں کا ایک لشکر جرار
ہے۔ ہم نے کہا۔ یہ وزیر اعظم کے آنسو معلوم ہوتے ہیں
جو عوام کے سامنے نکل ہی آیا کرتے ہیں۔ مگر جب ہم
عجائب گھر سے باہر نکلے تو ہمارے آنسو بھی نکلے ہوئے
تھے اور ہم یقیناً وزیر اعظم نہیں ہیں۔

عجائب گھر میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے
تباہی سے پہلے کے ہیروشیما کی تفصیلات نظر آئیں۔
تین لاکھ اٹھارہ ہزار کی آبادی تھی۔ سولہ سکول تھے، دس
ہسپتال تھے اور تین طرف سے خوبصورت پہاڑوں میں گھرا ہوا
یہ شہر ایک طرف سے سمندر کے ساتھ ہمکنار تھا اور جاپان
کی اہم دفاعی بندرگاہ تھا اور اسلحہ کا مشہور مرکز تھا۔ ذرا
آگے گئے تو سامنے اس ایٹم بم کی تصویر تھی جس نے اس
تباہی کو جنم دیا تھا۔ اس کا قطر ۷ سنٹی میٹر۔ لمبائی
تین میٹر، وزن ۹ ہزار پاؤنڈ اور طاقت بیس ہزار
TNT کے برابر تھی۔ یہ بم امریکہ کی ایک خفیہ بندرگاہ
سے انڈیاناپولس نامی بحری جہاز میں لاد کر ۲۶ جولائی
کو جزیرہ گوام پہنچایا گیا جو مشرق بعید کا جنگی مرکز تھا۔
سات دن پہلے گوام کی (ٹی کمان) کو یو ایس آرمی چیف
آف سٹاف کی طرف سے حکم جاری کر دیا گیا تھا کہ تین
اگست کے بعد جب بھی موسم اجازت دے۔ جاپان
کے چار اہم مراکز نیگاتا، ہیروشیما، اور ناگاساکی یا کوکورا
میں سے کسی ایک پر پہلا ایٹم بم گرا دیا جائے۔ چنانچہ
سازگار موسم کی بناء پر ہیروشیما کے نام قرعہ پڑا۔

دائیں طرف فرش پر شہر کا نقشہ بنا ہوا تھا۔
اور عین اس مقام پر ایک سرخ گولا لٹک رہا تھا جہاں
بم پھٹا تھا۔ وہ مقام اس عجائب گھر سے صرف سوا سو
میٹر دور تھا۔ آگے بڑھے تو تباہ کاریوں کی تفصیل شروع
ہو گئی۔ حیرت کے مارے گھگھی بندھ گئی اور مجھے یوں
محسوس ہوا کہ ہم اس وقت اس ہیروشیما میں کھڑے
ہیں اور اینولا گے ہمارے سر پر موت کی طرح منڈلا رہا ہے۔

یہ بُت ایک باپ، ایک ماں اور ایک بچے کے
ہیں جن کے سروں کے بال ابھی دھول سے اٹے ہوئے
ہیں۔ جسم کی جلد چیتھڑوں کی طرح جسموں پر جھول رہی ہے،

زبانیں باہر نکل آئی ہیں۔ ماں نے شیر خوار بچے کو ننھی سی چھاتی سے لگا رکھا ہے اور دوسرے بچے کی انگلی پکڑے اماں کی تلاش میں بھاگ رہی ہے۔ آنکھیں باہر ابلی ہوئی ہیں اور بے نور ہیں۔ ارد گرد لاشیں ہی لاشیں، ملبہ ہی ملبہ اور آگ ہی آگ ہے ——— ہم زیادہ سے زیادہ ۳۰ سیکنڈ وہاں ٹھہر سکے۔ بت بنانے والے نے کس فنکاری سے چہروں کے کرب اور جسموں کی بے بسی کو اجاگر کیا ہے اس کا اندازہ اسی سے لگایئے کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سامنے وہ اشتہارات آویزاں ہیں جو جنگ کے دنوں میں ہیروشیما پر گرائے گئے کہ

"اے جاپان والو! جنگی جنون کو روکو
ورنہ ہم اینٹ سے اینٹ بجادیں گے"

مگر کسی اشتہار میں ایٹمی حملہ کا ذکر نہیں ہے۔ ذرا آگے بڑھے تو دیکھا اور پڑھا گیا کہ یہ ان معصوم بچوں کی یادگاریں ہیں جو اس حملہ کا شکار ہوئے۔ یہ پرائمری سکول کے بچے کی یونیفارم ہے جو جگہ جگہ سے جل گئی ہے۔ یہ کسی معصوم بچے کی گھڑی ہے جو عین سوا آٹھ بجے پر رک گئی ہے۔ اس کا خول پگھل چکا ہے۔ یہ کسی معصوم کا چھوٹا سا لفن بکس ہے جو حدّت سے کچا کچا ہو گیا ہے۔ یہ ایک خوب صورت اور بھولی سی بچی کا شناختی کارڈ ہے جو خدا جانے کیسے سلامت رہ گیا۔ تصویر میں اس کی آنکھیں اب بھی مسکرا رہی ہیں۔ بالوں میں ربن اب بھی لہرا رہا ہے۔ ہونٹوں پر شریر سی معصوم ہنسی ہے مگر اس شناختی کارڈ کے ساتھ اس کے جلے ہوئے کپڑے اور جوتے پڑے ہیں۔ خدا ہی جانتا ہے کہ اس معصوم بچی نے کس کرب کے ساتھ جان دی ہوگی۔ مگر ہم نے سوچا کہ "انولا گے" کے سواروں نے اس معصوم بچی کو اٹھلاتے ہوئے بستہ بغل میں دبائے سکول کی طرف جاتے تو شاید دیکھا ہوگا ———

یہ ایک اور معصوم کی یادگاریں ہیں چھوٹا سا پرس ادھ جلا۔ آپس میں گڈمڈ ہو کر کبھی نہ جدا ہو سکنے والے کچھ سکے اور سکول یونیفارم جلی پھٹی ہوئی۔

بائیں طرف عمارتوں کی حالتِ زار کا نقشہ، یہ لکڑی کا شہتیر ہے نرا کوئلہ۔ یہ لوہے کا گرڈر ہے خمیدہ یہ چھت کی ٹائلیں ہیں جلی ہوئی یہ دروازے کا کاٹھ ہے سوختہ، یہ بڑے گیٹ پر بنے ہوئے پتھر کے لیمپ ہیں ٹوٹے پھوٹے اور دھوئیں سے کالے۔ یہ بڑے مندر کی فولادی گھنٹی ہے تپش سے سیاہ۔ یہ سوئیتومو بنک کے زینے ہیں جن پر ایک انسان کا عکس چھپا ہوا ہے یہ سپاہیوں کی باقیات ہیں، یہ عورتوں کا حصہ ہے جن کے جسم پر سیاہ پٹیاں چھپی ہوئی ہیں۔ جس جس کپڑے پر سفید رنگ کے علاوہ کوئی اور رنگ تھا وہ رنگ جسموں پر چھاپ کی طرح لگ گئے ہیں۔ یہ شیشے کے برتن ہیں، ایک دوسرے سے پیوستہ۔ یہ آہنی سیف ہے جو باہر سے صرف دھواں کھایا ہوا لگتا ہے مگر اس کے اندر پڑے ہوئے سکے پگھل کر ایک دوسرے سے مل گئے ہیں اور نوٹوں کی گڈیوں میں سے صرف ایک آدھ درمیانی نوٹ جو سلامت رہا وہ بھی کناروں سے جلا ہوا ہے۔

یہ ہسپتال کی باقیات ہیں۔ پگھلے ہوئے جراحی آلات اور، مڑی ہوئی پلیٹیں، جلے ہوئے سٹریچر۔ ایک

نرس کی سوختہ یونیفارم اور ڈاکٹر کا آدھ جلا نسخہ، گیری
میں ناگاساکی کے کچھ باقیات۔ مشتے از خروارے کے
طور پر رکھے ہوئے تھے۔ ہم باہر نکلے تو حواس بجا نہیں
تھے۔ اتنے میں ٹیلیویژن والوں نے غیر ملکی چہرہ دیکھ کر
گھیر لیا۔ خاتون پوچھنے لگی:۔

"کیا آپ نے کبھی NO MORE HIROSHI-
MAS کا نعرہ سنا ہے؟"

ہم نے کہا۔ "بی بی سنا بھی تھا اور آج دیکھ بھی
لیا ہے اور ہم یقیناً اس نعرہ کے حق میں ہیں۔"

اور بے اختیار ہمارے منہ سے یہی نعرہ نکل گیا۔

آنکھیں نم ہو گئیں آواز رندھ گئی ہمارے
ساتھی ڈاکٹر احمد دین نے جو شیشے کی سائنس کے ماہرین
میں شمار ہوتے ہیں ہمیں حیرت سے دیکھا۔ ہم نے کہا۔
"آپ شیشے کو پگھلانا اور ڈھالنا جانتے ہیں
مگر دلوں کے آبگینے آپ کے بس میں نہیں ہیں۔"

اس عبرت سرا سے نکل کر چلنے کی ہمت بھی
نہیں تھی۔ قریب کے ریستوران میں جا بیٹھے اور کڑوی
کسیلی کافی کے دو پیالے پینے کے بعد اس قابل ہوئے کہ
ذرا چل پھر سکیں۔ واپس میوزیم میں آئے تاکہ جاپانی
خاتون "شامتوئی شودا" کی لکھی ہوئی تین لاکھ دعاؤں
کی زیارت کر سکیں جو اس نے عمر بھر کی ریاضت سے صفحہ
قرطاس پر برش سے لکھیں اور اب اس میوزیم میں
رکھی ہوئی ہیں۔ جاپانی ہم پڑھ نہیں سکتے مگر ہر قوس اور
ہر نقطہ پر موصوفہ نے اتنی محنت کی تھی کہ بے ساختہ
اس کے خلوص کی داد دینے کو جی چاہتا تھا۔ روایت
یہ ہے کہ وہ مزید اٹھارہ ہزار دعائیں لکھنا چاہتی تھیں
مگر عمر نے وفا نہ کی۔ اللہ اس کی محنت قبول فرمائے!

واپسی کے لئے مڑے تو ایک اور مخطوطہ نے توجہ
کھینچ لی۔ یہ بھی سادہ سی لکھی ہوئی عبارت تھی:۔

"یہ ہیروشیما کا انجام ہے!
آیئے ان روحوں کی آسودگی کے لئے
دعائیں کریں۔
سکون، اطمینان، مکتی کی دعائیں۔"

اس میوزیم کے باہر ایک اشتہار لگا ہوا تھا کہ:۔
"آج ۶ر اگست سے ایک خاص دستاویزی فلم کی نمائش
آڈیٹوریم میں شروع ہو رہی ہے۔ یہ فلم ۹ر اگست ۱۹۴۵ء
کو ایک جاپانی فوٹوگرافر نے تیار کی لیکن کچھ دن بعد وہ
تابکاری اثرات کے باعث مر گیا۔ فلم قابض اتحادی
فوجوں نے ضبط کر لی تھی مگر اب کچھ فردی اضافوں کے
ساتھ پہلی بار نمائش کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔"

چنانچہ ہم کشاں کشاں آڈیٹوریم کی جانب چلے
اتنی بھیڑ تھی کہ اپنی باری کے لئے ہمیں ڈیڑھ گھنٹہ قطار
میں کھڑا ہونا پڑا۔ فلم کیا شروع ہوئی، آنسوؤں،
سسکیوں اور آہوں کا طوفان آ گیا۔

یہ ہیروشیما ہے۔ سکول کے ننھے ننھے بچے چہکتے
چہچہاتے سکول جا رہے ہیں۔ یہ بازار میں لوگ باگ
خریداری میں مصروف ہیں۔ یہ نوجوان طالب علم ہیں جو اپنے
ساتھیوں کے ساتھ خوش خوش عمارت کا ملبہ صاف کر رہے
ہیں۔ یہ ہیروشیما کا سول سنٹر گرجا ہے خوب صورت اور
عظمت رفتہ کا نشان۔ یہ ہیروشیما کا مشہور باغ ہے۔
جس کے پھول دنیا بھر میں مشہور ہیں اور اس کے بیچ یہ
ہسپتال ہے جہاں ڈاکٹر اور نرسیں مریضوں کی دیکھ بھال
کر رہے ہیں۔ یہ کارخانے ہیں جہاں دن رات کام ہوتا ہے
یہ ٹرام سروس ہے جو مسافروں کو ایک جگہ سے دوسری
جگہ پہنچاتی ہے۔ یہ خوبصورت ندیا ہے جو شہر کے بیچوں
بیچ گذرتی ہے۔ غرض زندگی ہی زندگی ہے!!

مگر ۶ اگست کو یہ شہر شہر خموشاں بنا۔ وہ
بچے کہاں ہیں؟ وہ پھول سے بچے جن کی آنکھیں قندیل
سے زیادہ چمکیلی اور جن کے گال چاند سے زیادہ
روشن تھے۔ وہ یہیں کہیں ہوں گے۔ اسی ملبہ میں۔
اسی آگ میں!! وہ ہسپتال، وہ بازار، وہ کارخانے
وہ لوگ ——— ہائے۔ نگاہیں ڈھونڈتی ہیں مگر
اس شہر میں سوائے موت کی بے بسی کے اور کچھ نہیں
——— کہاں گئے وہ زمانے۔ کہاں گئے وہ لوگ؟!

و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام!

فلم کیا ہے۔ عبرت ہی عبرت ہے۔ اس کے بعد اس
فلم کی ٹیلی ویژن پر بھی نمائش ہوئی اور ہم نے ہر گھر سے
سسکیوں کی آوازیں سنیں! اور اب بھی اس فلم کا حصہ کہ
انسانوں کے اندر کیسی ... بس ہم گزرنے کے لئے تیار ہوں گے

رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں کوئی رعشہ نہیں ہے۔
نگاہوں کے سامنے پھر رہا ہے۔ اے پارسن! تم نے
اپنے ہاتھوں موت کی تخم ریزی کی! کیا تمہیں اندازہ
نہیں تھا کہ تمہارا یہ کام کتنا مہلک ہوگا؟ تمہارے ہاتھ
کیوں نہیں کانپے؟ تمہارے ضمیر نے تمہیں کیوں نہیں جھنجوڑا؟
سنتا ہوں کہ مرنے سے پیشتر تم ذہنی توازن کھو بیٹھے
تھے؟ کیا یہ سچ ہے؟ مگر کس سے پوچھوں تم بھی اس
دنیا میں نہیں رہے!

آڈیٹوریم سے نکلے تو عجیب حالت تھی ساتھ کے
کمرہ میں ان تصاویر کی نمائش ہو رہی تھی جو ہیروشیما
کے ان بدنصیب لوگوں نے بنائی تھیں جو سال دو سال
تابکاری علالت بھگتنے کے لئے زندہ رہ گئے تھے اور
جن کی اولادوں میں سے اب بھی کچھ لوگ باقی ہیں مگر
مُردوں سے بدتر۔ ان کے جسم نامعلوم امراض کا شکار اور
ان کے ذہن نامعلوم خوف کی آماجگاہ ہیں۔ ہم نے
ٹیلی ویژن پر ایک ہیروشیمائی کا انٹرویو سنا۔ وہ اس
وقت پندرہ برس کا تھا اور اتفاق سے بم گرنے کے
وقت اپنے شہر سے دس کلومیٹر دور تھا۔ بظاہر توانا
اور تنومند مگر اندرونی طور پر امراض کا ڈسا ہوا۔ حکومت
ان لوگوں کی ہر حال میں پرسان حال ہے۔ وظائف دیتی
ہے۔ علاج کرواتی ہے ——— مگر دل کے زخموں
کا علاج کون کر سکتا ہے؟

دوسرے کمرے میں حکومت کے محکمہ مردم شماری کے
افسران رجسٹر کھولے بیٹھے تھے کہ آئیں اپنے رشتہ داروں
اور عزیزوں کے نام تلاش کریں تاکہ ان کے نام اجتماعی یادگار

پرکندہ کئے جا سکیں اب تک تین لاکھ اٹھارہ ہزار نفوس میں سے صرف ۴۳ ہزار ۸۹ نام رجسٹر ہو سکے ہیں۔ باقی بدنصیبوں کا نام لکھانے والا بھی کوئی باقی نہیں۔

تیسرے کمرہ میں تصویری نمائش تھی کہ کون کون سے بڑے لوگ یہاں آئے اور ایٹم بم کی تباہ کاریوں کے خلاف تقریریں کیں اور عہد کیا کہ وہ ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف ہمیشہ سینہ سپر رہیں گے ان میں آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو بھی تھے۔ آپ خاص ہندوستانی لباس میں ملبوس کھڑے ہیں اور اعلان کر رہے ہیں کہ ہم ایٹمی اسلحہ کے خلاف ہمیشہ ڈٹ کر کھڑے رہیں گے۔ نیچے کسی منچلے نے اندرا گاندھی کی تصویر کھینچ دی ہے جو گود میں ایٹم بم لئے کھڑی ہیں اور پتا جی کی آشیرباد کی منتظر ہیں۔

چوتھے کمرہ میں دنیا کے اخبارات کے تراشے ہیں جن میں سے اکثر اس لئے پڑھنے کے قابل نہیں رہنے دیئے گئے کہ ان سے جاپان کی خارجہ پالیسی کے متاثر ہونے کا امکان ہے۔ نیوز کرانیکل کا تراشہ پڑھا جا سکتا تھا وہ ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔

آڈیٹوریم سے نکل کر کھلے پارک میں آئے اجتماعی قبر دیکھی جس میں ہزاروں لاشیں، اپنے عقیدہ کے برعکس زمین میں دفن کی گئی تھیں کیونکہ پہلے ہی جل چکی تھیں۔ بچوں کی یادگار دیکھی جو پھولوں سے لدی ہی تھی۔ امن کی گھنٹی کے پاس گئے۔ لکھا تھا۔

"اے آنے والو!
امن گھنٹی کو زور سے بجاؤ
تاکہ امن کی آواز ہمیشہ تمہارے کانوں میں گونجتی رہے"

چنانچہ ہم نے اس گھنٹی کو بجایا اور واقعی امن کی گونج ابھی تک کانوں میں بازگشت کر رہی ہے۔

امن کی آگ دیکھی جو ہمیشہ روشن رہتی ہے سردی ہو یا گرمی، آندھی ہو یا برسات کھلے میدان میں یہ آگ جلتی رہتی ہے اور اس کا عکس ملحق تالاب میں تیرتا رہتا ہے۔

امن کا گنبد دیکھا یعنی وہ ایک تنہا ڈھانچہ جو سلامت رہ گیا۔

غرض ہیروشیما کیا دیکھا انسانیت کے رستے ہوئے زخم دیکھ لئے۔ وہ کتبہ اب بھی لگا ہوا ہے سامنے ایستادہ ہے جس پر "سان کیچی توگے" کی مشہور نظم کندہ ہے:

"مجھے لوٹا دو! میرا باپ اور میری ماں
مجھے لوٹا دو! مرا دادا، مری دادی
مرا نانا اور مری نانی
مرے بچے! مرے پھول!!
مجھے لوٹا دو! خود میرا وجود
مجھے انسانیت کی تلاش ہے
مجھے امن، سکون اور آشتی کی جستجو ہے۔
ایسا امن جو پائیدار ہو اور دائمی!
آؤ اور مجھے لوٹا دو!

○

خالد آپ کو کیسا لگا؟ اپنی رائے سے دفتر کو آگاہ فرمائیے!

(مینیجر)

قسط نمبر ۲

سائنس کی دنیا

جناب مرزا وسیم احمد آفتاب ربوہ

حیاتیاتی وراثت کا تعارف

عورت کے مادۂ تولید کو بیضہ (Egg) اور مرد کے نطفہ کو Sperm کہتے ہیں۔ ان دونوں کے ملنے سے جو شکل پیدا ہوتی ہے اس کو Zygote کہتے ہیں جو بعد میں نشوونما پا کر بچہ بنتا ہے جس طرح ایک شخص اپنے بچے کو حیاتیاتی وراثت دیتا ہے اسی طرح اس لڑکے کی والدہ بھی اس کو حیاتیاتی وراثت دیتی ہے لیکن کروموسومز کی تعداد دونوں طرف سے آنے کے بعد بھی ۴۶ رہتی ہے چونکہ دونوں طرف سے برابر حیاتیاتی وراثت آتی ہے اس لئے والدہ اور والد بچے کے لئے ۲۳، ۲۳ کروموسومز کا اشتراک کرتے ہیں۔ جس وجہ سے اس

والد ۴۶ — والدہ ۴۶
نطفہ ۲۳ — مادۂ تولید بیضہ ۲۳
بچہ ۴۶

(شکل ۱)
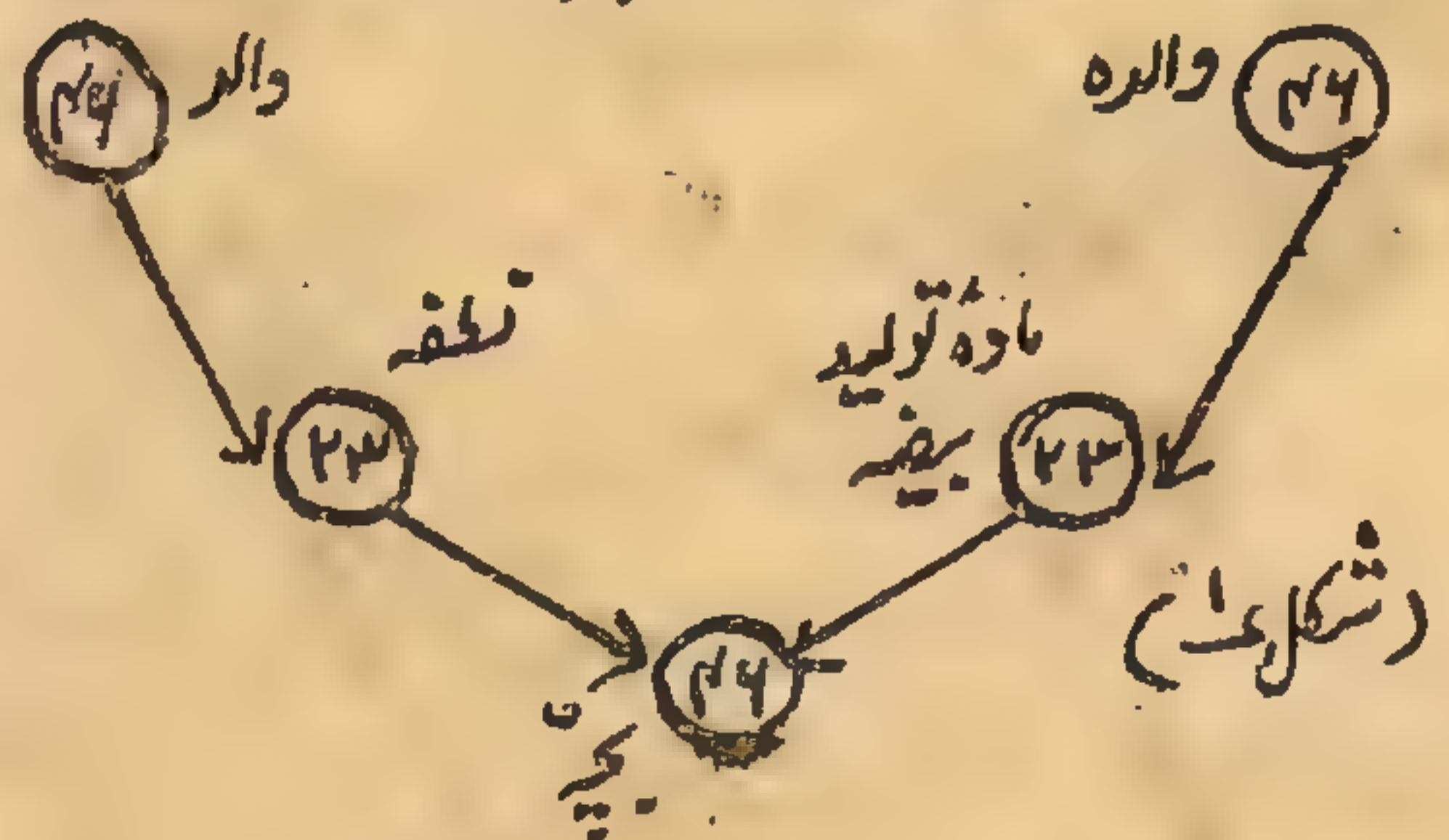
بچہ کے کروموسومز کی تعداد ۴۶ رہتی ہے۔ اس طرح سے پتہ چلا کہ Egg (بیضہ) اور Sperm (نطفہ) عام خلیہ سے نصف کروموسومز رکھتے ہیں۔ اس نصف نمبر کو حیاتیات کی زبان میں Monoploid یا بلا شرکت غیر کہتے ہیں۔ اور جب بیضہ اور نطفہ ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو Diploid یا دوگنا نمبر کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر کیولیکس مچھر میں ۶ کروموسومز ہوتے ہیں اس کی پیدائش کا چارٹ یوں ہوگا:-

مادہ کیولیکس — II DIPLOID — نر کیولیکس
بیضہ — I MONOPLOID — نطفہ
انڈہ (ZYGOT) — II DIPLOID

(شکل ۲)

یہاں ہم نے دیکھا ہے کہ Diploid والدین سے Monoploid نطفہ اور مادۂ تولید بنتے ہیں اور پھر ان کے ملنے سے Diploid انڈہ بنتا ہے جو بعد میں ایک نئے کیولیکس کی شکل میں پروان چڑھتا ہے

اوپر کی مثال سے ظاہر ہے کہ کس طرح ایک بچہ اپنے والدین سے برابر حیاتیاتی وراثت حاصل کرتا ہے۔ اس طرح بچے کے آدھے اوصاف والد جیسے اور آدھے والدہ جیسے

ہونے چاہئیں مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ کچھ جین غالب ہوتے ہیں اور کچھ خفیہ یا پیچھے رہنے والے ہوتے ہیں۔ اگر بچہ والد کی طرف سے زیادہ غالب جین حاصل کرتا ہے تو والد کی طرح کے اوصاف ظاہر کرے گا اور اگر والدہ کی طرف سے زیادہ غالب جین حاصل کرتا ہے تو والدہ کی طرح کے زیادہ اوصاف ظاہر کرے گا یا والدہ سے زیادہ مشابہت ہوگی۔ غالب جین خواہ والد کا ہو یا والدہ کا وہ غالب ہی ہوگا۔ مثلاً:-

لمبے قد کا جین چھوٹے قد پر غالب ہے۔ ایک شخص زید کی شادی ایک عورت سے ہوتی ہے جو چھوٹے قد کی ہے مگر زید لمبے قد کا نوجوان ہے ان کی اولاد میں کچھ بچے چھوٹے قد کے بھی ہیں۔ اب ہمیں ان بچوں کے والدین کی جینی نسبت معلوم کرنا ہے۔

جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پیچھے رہنے والا جین اس وقت ظاہر ہوگا جبکہ دوسرا بھی اس کا ہمشکل ہوگا۔ یعنی دونوں ایک جیسے ہوں گے چونکہ زید کی بیوی ذرا چھوٹے قد کی ہے اس لئے اس کے جین کی نسبت tt ہوگی جو کہ چھوٹے قد کا ہے اور خفیہ وصف ہے اس میں اگر ایک بھی T آجاتی تو اس کا قد غالب T کے آجانے سے لمبا ہوتا تھا۔

اب دوسری طرف اس کے میاں زید کا قد لمبا ہے ان کے لئے دو شرطیں ہو سکتی ہیں اوّل یہ کہ ان کے جین TT والے یعنی لمبے قد کے لئے ہمشکل ہوں یا پھر Tt یعنی لمبے قد کے لئے مختلف جین والے ہوں۔ دونوں صورتوں میں قد لمبا ہی ہوگا کیونکہ غالب T جہاں بھی ہوگی خود کو ظاہر کرے گی۔ اب ہم ان کا چارٹ بناتے ہیں پہلے ہم زید کو لمبے قد کا ہمشکل لیتے ہیں:-

زید
TT لمبا قد
بیگم زید
tt چھوٹا قد
نطفہ T
بیضہ t
Tt بچے
شکل نمبر (۳)
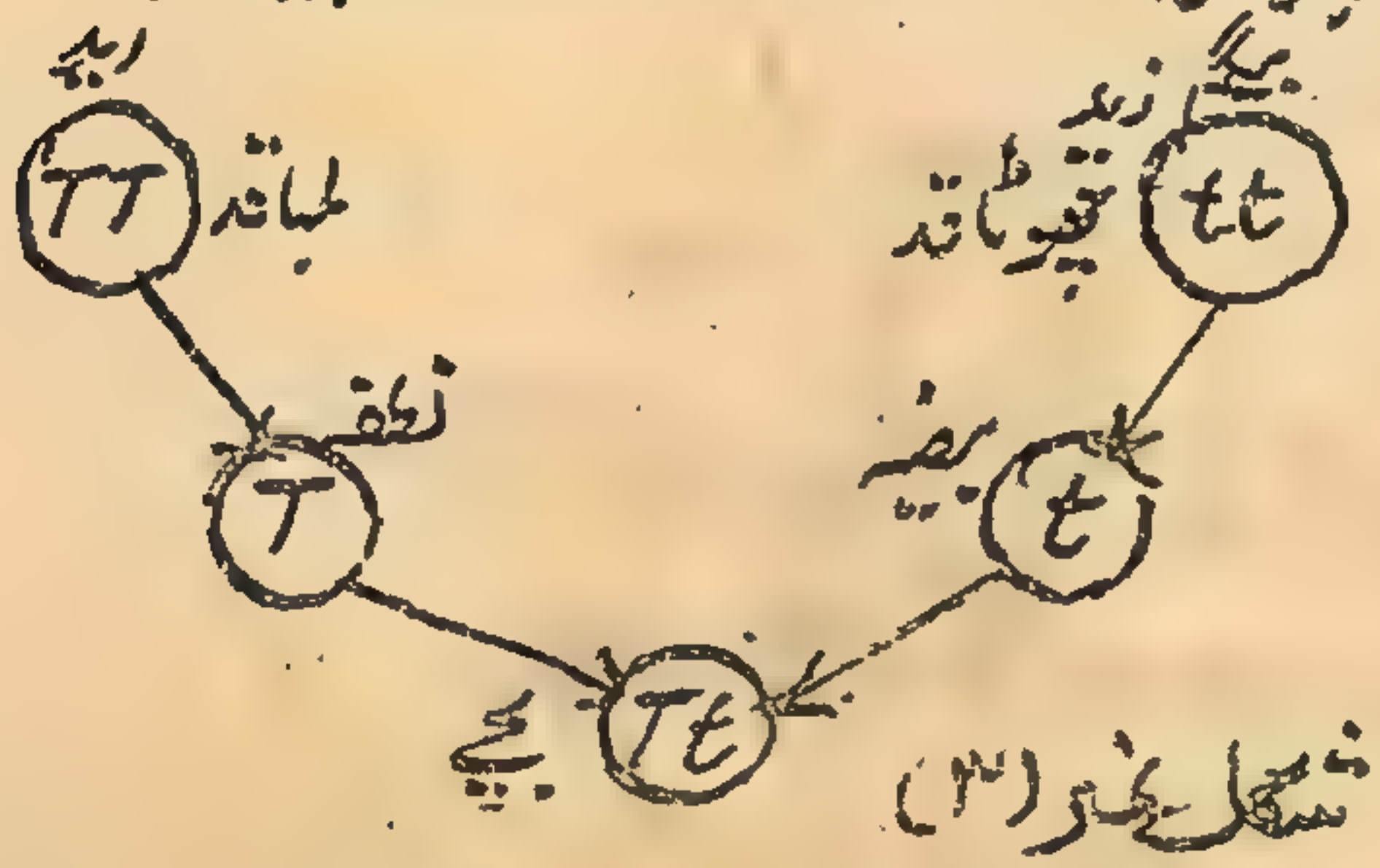
جیسا کہ شکل نمبر ۳ سے واضح ہے کہ تمام بچوں میں ایک جین T موجود ہے جو لمبے قد کے لئے ہے اس لئے تمام بچے لمبے قد کے ہوں گے مگر جیسا کہ ہمیں بتایا گیا ہے ان کے بچوں میں کچھ چھوٹے قد کے ہیں اس لئے زید کے لئے جینی نسبت کی یہ شرط غلط ہوئی۔ اب ہم دوسری شرط کو لیتے ہیں اس میں زید کو لمبے قد کے لئے مختلف جین والا تصور کرتے ہیں یعنی Tt۔ چارٹ کچھ یوں ہوگا:-

زید
Tt
بیگم زید
tt
شکل نمبر (۴)
نطفہ T
t
بیضہ t
Tt لمبا قد
tt چھوٹا قد
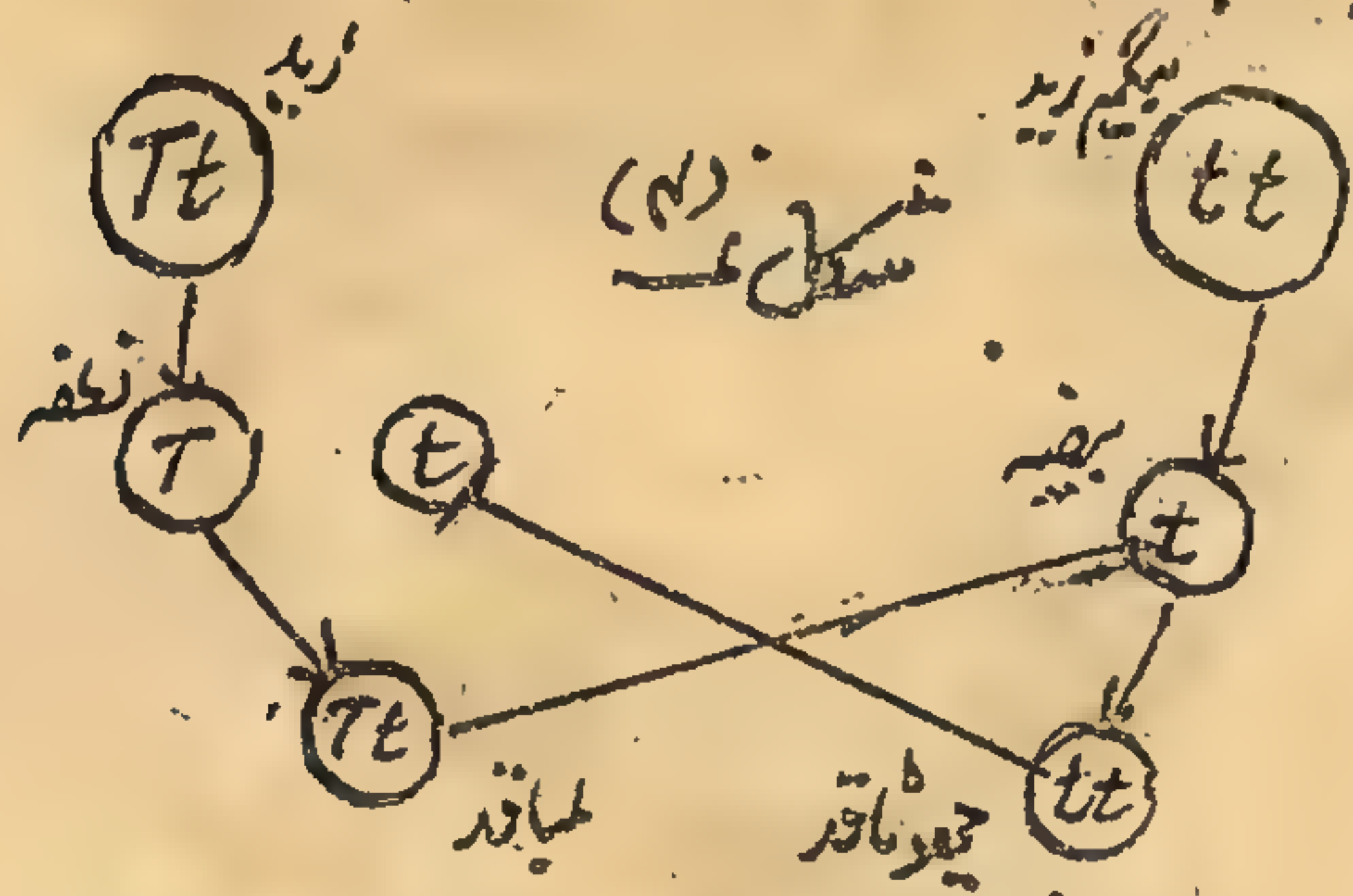
اس شکل میں چونکہ زید مختلف جین والا ہے اس لئے وہ دو علیحدہ علیحدہ قسم کے نطفے دے گا۔ ایک میں t چھوٹے قد کا جین اور دوسرے میں T لمبے قد کا جین ہوگا۔ لیکن بیگم زید کے بیضے ایک طرح کے ہی

ہوں گے کیونکہ اس کے جین ایک طرح کے ہی ہیں۔ اسی طرح بیگم زید کو اگر نطفہ میں tt والا جین ملتا ہے تو بچہ tt جیسی والا یعنی چھوٹے قد کا ہوگا۔ اور اگر نطفہ T والا ہے تو بچہ Tt والا یعنی لمبے قد والا ہوگا۔ اس طرح چھوٹے قد کے بچے بھی ہوں گے اور لمبے قد والے بھی یعنی والدہ کی طرح کے بھی اور والد کی طرح کے بھی۔ یہ تو تھا غالب جین کا قصہ جس سے ہم نے زید کا پوشیدہ راز بھی جان لیا کہ اس میں ایک جین چھوٹے قد کا بھی ہے۔ اب آپ کو کچھ پیچھے رہنے والے جین (Recessive) کے متعلق بتاتے ہیں۔

مثال کے طور پر بھاری آواز سریلی آواز پر غالب ہے۔ سریلی آواز اس وقت پیدا ہوگی جبکہ کسی شخص میں اس سریلی آواز والے جین ہوں۔ اگر ایک بھی بھاری آواز والا یعنی غالب جین آگیا تو وہ دوسرے کو دبا دے گا اور آواز بھاری ہو جائے گی۔ مثلاً ایک لڑکا خالد ہے اس کی سریلی آواز ہے۔ اس کے قریبی آباء یعنی باپ دادا، پڑدادا، والدہ، نانی، نانا وغیرہ (Near Ancestory) میں سے کوئی بھی اس وصف کا حامل نہیں۔ ہم اس کا شجرۂ نسب دیکھتے ہیں:-

شکل نمبر (۵)
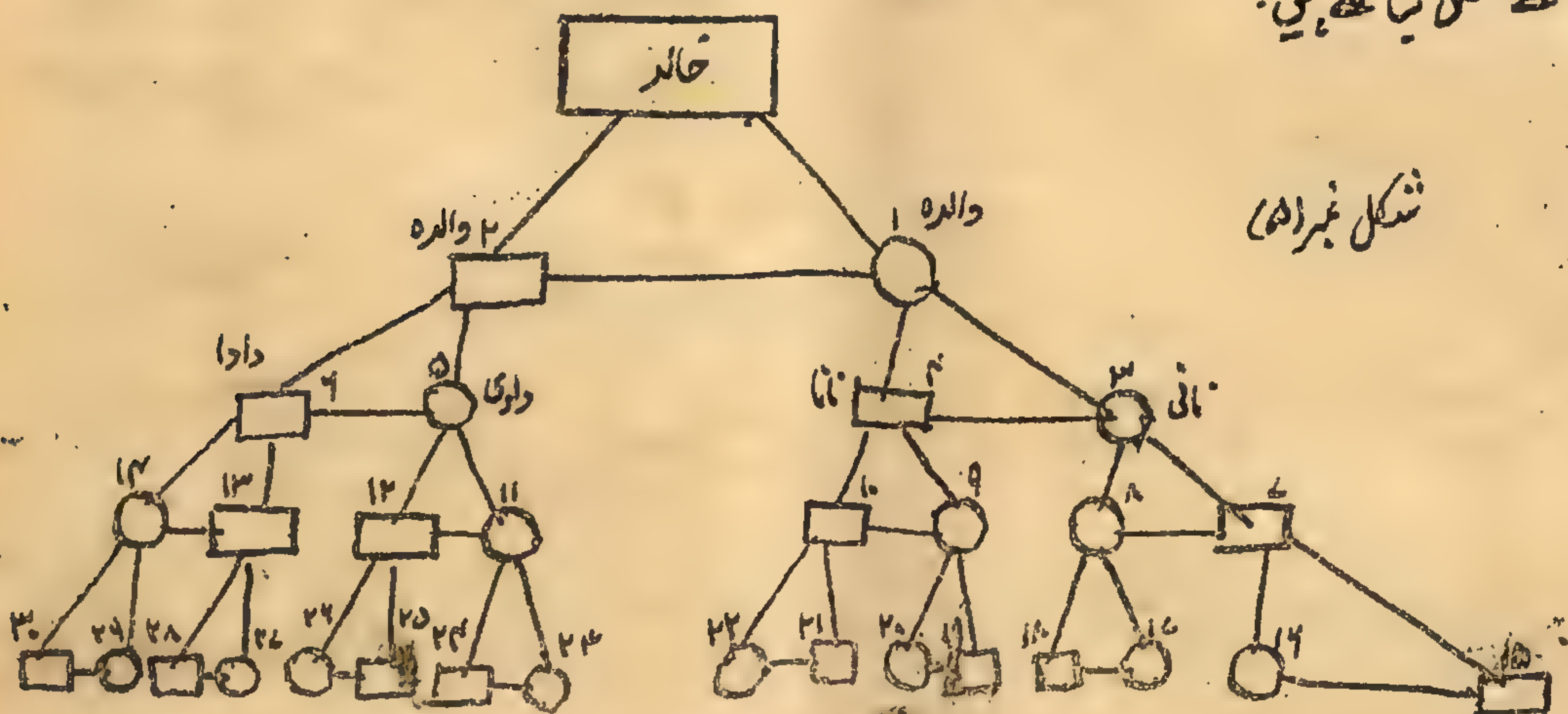
○، ▭ = سریلی آواز ▭ = آدمی ○ = عورت، ⟵⟶ = شادی شدہ جوڑا

۷ = والدہ کے نانا	۸ = والدہ کی نانی	۹ = والدہ کی دادی	۱۰ = والدہ کے دادا	والدہ کی طرف سے
۱۱ = والد کی نانی	۱۲ = والد کے نانا	۱۳ = والد کے دادا	۱۴ : والد کی دادی	والد کی طرف سے
۱۵ : نانی کا دادا	۱۶ : نانی کی دادی	۱۷ : نانی کی نانی	۱۸ : نانی کا نانا	والدہ کی طرف سے
۱۹ : نانا کے نانا	۲۰ : نانا کی نانی	۲۱ : نانا کے دادا	۲۲ : نانا کی دادی	
۲۳ : دادی کی نانی	۲۴ : دادی کے نانا	۲۵ : دادی کے دادا	۲۶ : دادی کی دادی	والد کی طرف سے
۲۷ : دادا کی دادی	۲۸ : دادا کے دادا	۲۹ : دادا کی نانی	۳۰ : دادا کے نانا	

اس نقشہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی دادی کے دادا کی سریلی آواز تھی۔ دوسری طرف نانی کے نانا کی سریلی آواز تھی۔ قدرتی طور پر ان بزرگوں کی شادیاں ایسی عورتوں سے ہوئیں جن کے آباء میں سے کسی کی بھی کبھی سریلی آواز پیدا نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ سریلی آواز ایک پیچھے رہ جانے والا جین (Recessive) ہے۔ اس لئے وہ ایک بھاری آواز کے جین سے دبتا چلا گیا۔ کیونکہ ان کے والدین میں سے ایک ہی سریلی آواز کا جین دیتے تھے دوسری طرف سے بھاری آواز کا جین آکر اس کو دبا دیتا۔ اس طرح یہ اکیلا جین دبتا ہی چلا گیا۔ حتیٰ کہ یہ جین خفیہ جین (Recessive gene) حالت میں خالد کے والد اور والدہ کے حصے آئے۔

وہاں سے خوش قسمتی سے خالد کو دونوں طرف سے سریلی آواز کے جین ملے جو ہمشکل ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ظاہر کرنے لگے اور خالد کی سریلی آواز ہو گئی یوں پیچھے رہ جانے والا جین دو قطعی مختلف خاندانوں سے چلتا ہوا خالد کو ملا اور اس نے اپنے ان آباء کی وراثت سے کئی نسلوں بعد حصہ پایا۔

آگے خالد کی شادی انیقہ سے ہوتی ہے کوئی بھی سریلی آواز والا بچہ نہیں ہوتا۔ مگر پھر ایک پوتے اور پوتی آگے ان کی اولاد کی سریلی آواز پیدا ہوتی ہے۔ چارٹ کچھ یوں ہو گا۔
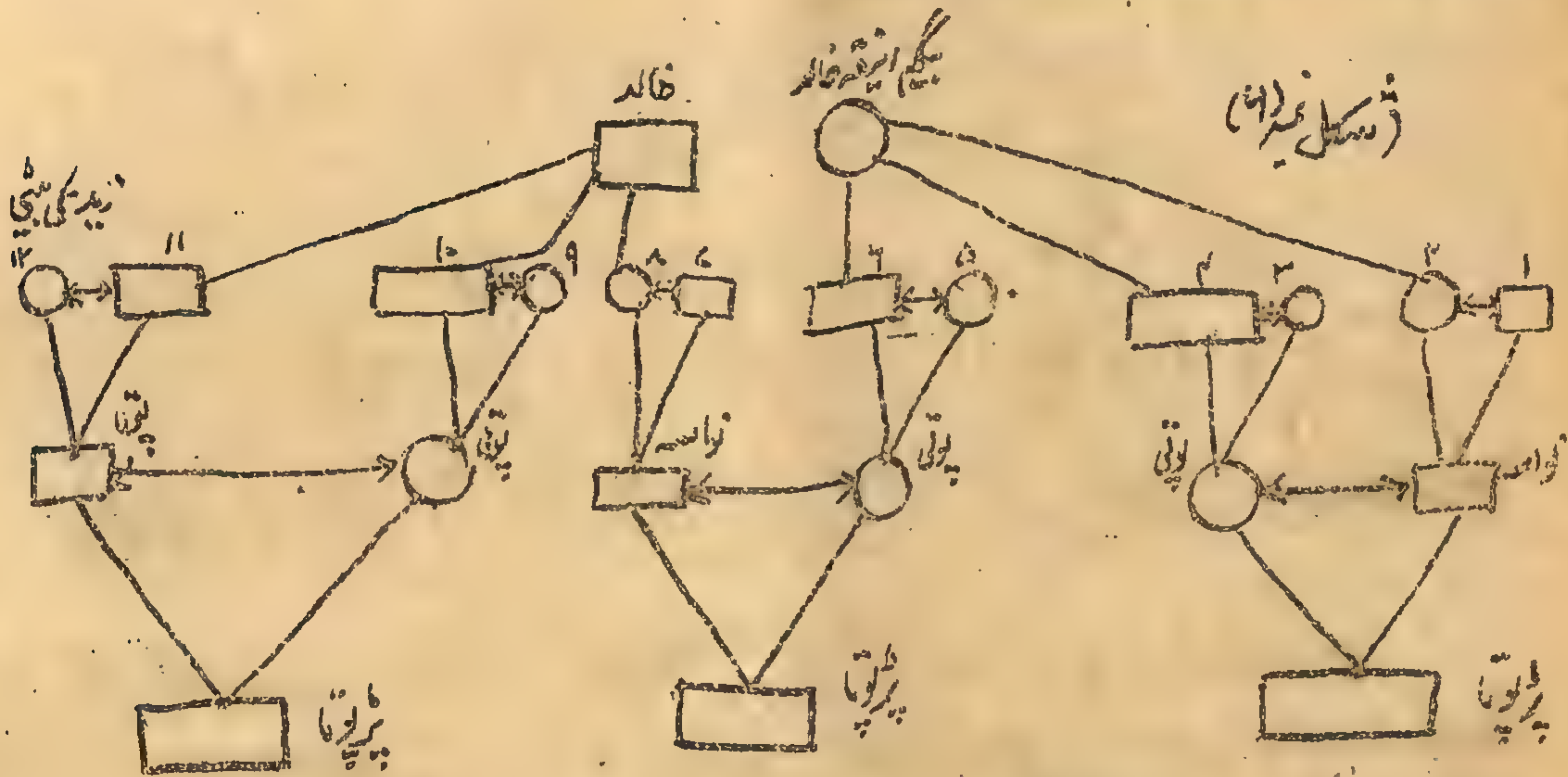
اب دیکھیں خالد کی اولاد میں سے کسی کی بھی سریلی آواز نہیں۔ کیونکہ اس کی بیوی کے خاندان میں بھی کوئی سریلی

آوازوالا نہ تھا۔ دوسری طرف خالد نے اپنی اولاد میں سب کو آدھے آدھے جین آواز کے سُریلی آواز کے دیئے۔ اور انیقہ نے آدھے جین بھاری آواز کے دیئے ان بھاری آواز کے جینوں نے ان کی سریلی آواز کے جینوں کو دبا دیا اور سب کی آواز بھاری ہو گئی۔ حالانکہ ان کے آدھے جین سریلی آواز کے ہیں۔ آگے خالد نے اپنے بچوں کی خاندان سے باہر شادیاں کیں۔ ایک لڑکے کی شادی اپنے خالہ زاد بھائی زید کی بیٹی سے کی جس میں ایک سریلی آواز کا جین تھا جو اس کو اس کے ابا کی نانی کے نانا کی طرف سے ملا تھا۔ ادھر خالد نے بھی اپنے بیٹے کو ایک جین سریلی آواز کا دیا تھا۔ یہ دونوں جین خالد کے ایک پوتے میں جمع ہو گئے اور پھر سریلی آواز والا لڑکا پیدا ہوا۔ ادھر ایک اور لڑکے کی شادی ایسی لڑکی سے ہوئی جس کے پاس پہلے سے ایک سریلی آواز کا جین تھا خالد کے لڑکے کے جین کے ساتھ مل کر خالد کی پوتی میں سریلی آواز کا موجب ہوا۔ باقی ساری اولاد اس وصف سے محروم رہی۔ آگے خالد کی منصوبہ بندی سے اس کے پوتے پوتیوں کی شادیاں اپنے خاندان میں ہی ہوئیں۔ اور اس طرح پڑپوتے اور پڑپوتیاں اس وصف کے حامل ہوئے۔ اور یوں کئی پشتوں پرانا حیاتیاتی وراثت کا حصہ کئی ذریعوں سے ہو کر ان بچوں کو پہنچا۔

ہاں تو بات وراثت کی چل رہی تھی اس وراثت میں بعض اوقات اولاد کو بُرے گیر کر بھی ملتے ہیں۔ یہ بیماریاں وغیرہ بھی ایک وراثتی حصہ ہیں۔ کلر بلائینڈنس (Colour Blindness) ایک ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے آدمی سرخ رنگ کو سبز رنگ سے تمیز نہیں کرسکتا۔ البی نزم (Albinism) بھی بیماری ہے جس کی وجہ سے کھال میں کالا رنگ نہیں ہوتا۔ بال بھی سفید ہوتے ہیں اور آنکھوں میں بھی بھورا پن ہوتا ہے۔ سورج کی گرمی کی وجہ سے انہیں شدید قسم کی لو لگ سکتی ہے۔ اسی طرح ہیموفیلیا (Haemophilia) کا بیمار آدمی کانٹا چبھنے کی وجہ سے خون بہہ جانے پر موت تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے خون میں زخم مندمل کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ پھر کینسر بھی کئی قسم کا ہے جو ایک وراثتی بیماری ہے۔ ایک بیماری Blazes ہے یعنی ماتھے کے بالوں کا سفید ہونا۔ پھر بعض لوگ (Phenyl - P.T.C. thio carbamide) کے مزہ چکھنے (Tasters) ہوتے ہیں۔ یہ سب وراثتی بیماریاں ہیں جو اچھے اوصاف کے ساتھ ہی مل سکتی ہیں۔

دوسری طرف اچھے اوصاف بھی ملتے ہیں تیکھے نقوش۔ آنکھوں کے رنگ، لمبا قد۔ چھوٹا قد، موٹاپا۔ بالوں کا رنگ، جسم کی کھال کا رنگ۔ یہاں تک کہ انسان کا مرد اور عورت ہونا بھی حیاتیاتی وراثت کا ہی ایک حصہ ہے۔ بعض وجوہات کی بناء پر حیاتیاتی وراثت میں تبدیلی ہو جاتی ہے مثلاً ایک ایسا وصف جو ہماری کئی نسلوں سے ہمارے کسی کام نہیں آرہا تھا اس لئے وہ جین جو اس وصف کے متعلق ہوتا ہے اپنا اظہار قدرتی طور پر ختم کر دیتا ہے اور یوں وہ

وصف ہماری نسل سے معدوم ہو سکتا ہے۔ یہ جینی
تبدیلی کی وجہ سے عمل میں آتا ہے۔ اور جو وصف بھی اقدار
انسانی کے خلاف ہو گا۔ قدرت کی جینی تبدیلی سے خود
بخود حیاتیاتی وراثت سے خارج کر دیا جائے گا۔ اس
طرح کی حیاتیاتی وراثت کی تبدیلی کو ہم حیاتیاتی زبان
میں Mutation کہتے ہیں۔ وہ تبدیلیاں جو نسل
انسانی کے لئے مفید ثابت ہوتی ہیں۔ ان کو Bene-
ficial mutation کہتے ہیں۔ یہ تبدیلیاں ابد میں
آگے چل کر ایک خاص وصف بن کر نسل انسانی کی
وراثت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس کے برعکس کچھ
تبدیلیاں اتنی خطرناک ہوتی ہیں کہ موت تک نوبت
پہنچتی ہے ان کو ہم Lethal mutation
کہتے ہیں اور اگر موت واقع نہ ہو تو یہ تبدیلیاں بیماریاں
پیدا کرتی ہیں۔

ایک پہلو اس وراثت کا یہ ہے کہ بعض اوقات
تولیدی خلیات (Sex cells) بنتے ہیں تو
ایک تولیدی خلیہ کے حصہ میں عام کروموسوم کے
نمبر ۲۳ سے کم کروموسومز آتے ہیں اور اس کے دوسرے
ساتھی کے حصے میں زیادہ کروموسومز آتے ہیں۔
اس طرح آگے ان سے بننے والے بچوں میں کروموسومز
کی تعداد ۴۶ سے کم ہو گی یا زیادہ ہو گی۔ اس طرح وہ
عام آدمیوں اور عورتوں سے ہٹ کر ایک علیحدہ شکل و
صورت کے حامل بن جاتے ہیں۔ جن کو ہمارے ہاں
مخنث (ہیجڑے) یعنی انٹر سیکس (Inter sex)
کہتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کروموسومز کی کمی بیشی
غلط تقسیم خلیہ کی وجہ سے ہوتی ہے یہ عمل Mutation
نہیں کہلاتا۔

اب تو انسانی جسم کی حیاتیاتی وراثت میں بھی
تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چھوٹے
چھوٹے جانوروں میں تو اس عمل کو کامیابی ہو رہی ہے
لیکن انسان میں تو یہ ابھی تک تقریباً ناممکن ہے۔ جو
تبدیلی قدرتی طور پر ہوتی ہے وہ بھی مہینوں یا سالوں
کا کام نہیں۔ بلکہ کئی ہزار سالوں میں وہ تبدیلی وقوع
پذیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وراثتی بیماریوں کے
خاطر خواہ علاج ابھی تک دریافت نہیں ہو سکے۔

O
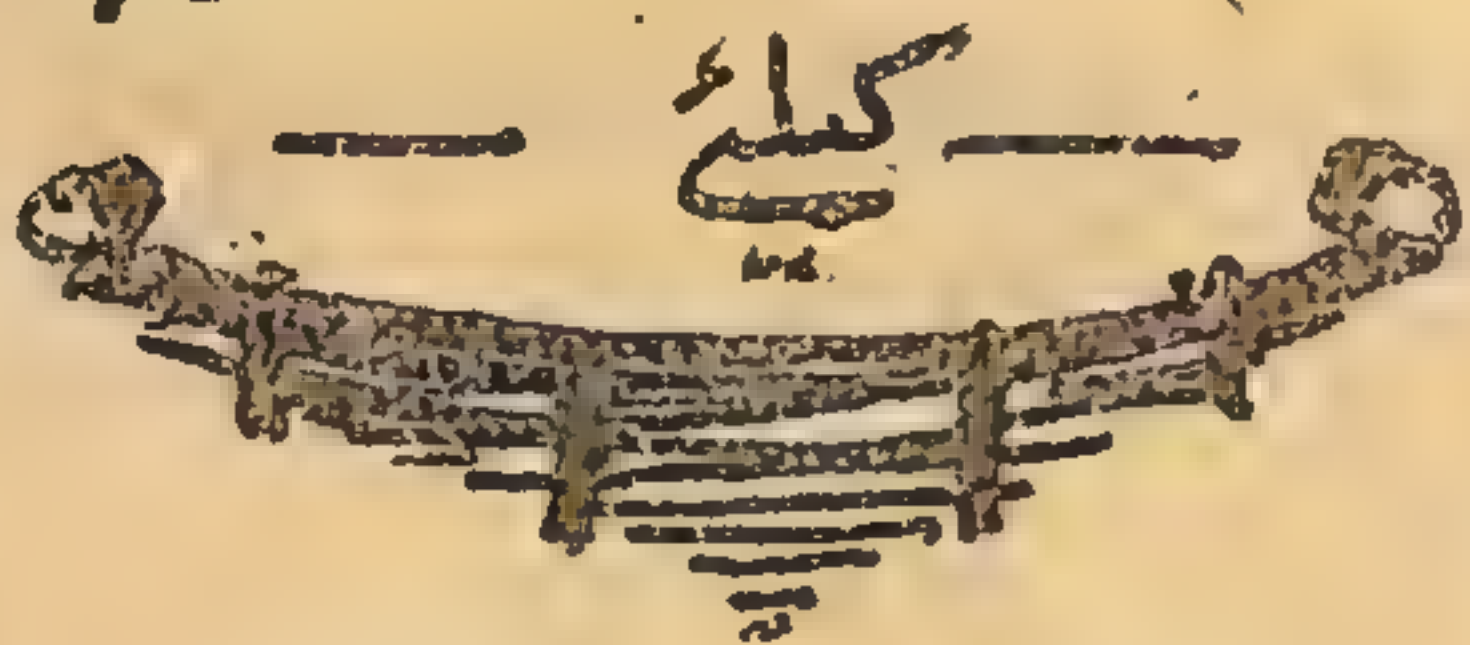
لیموں

مرسلہ: جناب نثار احمد ناز سرا۔ دریا خان مری

لیموں جنوبی ایشیا کا پھل ہے۔ سائیٹرک ایسڈ کسی پھل میں لیموں سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس کی کاشت سال کے ہر موسم میں کی جاسکتی ہے۔

لیموں میں درج ذیل اجزاء ہوتے ہیں:۔

(۱) حیاتین ج (وٹامن سی)

(۲) کیلسیم

(۳) فاسفورس

(۴) حرارے (کیلوریز)

یہ چھوٹا سا سنہری رنگ کا پھل جسم کی بہت سی خرابیوں کی اصلاح کرسکتا ہے۔ اگر منہ کا ذائقہ بگڑا ہوا ہے، گلا خشک ہے۔ تو اس کیفیت کو دور کرنے کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ لیموں کا رس نچوڑیئے، اس میں ایک عدد مالٹا یا نارنگی کا رس شامل کرکے نوش کیجئے۔ اس سے نہ صرف منہ کا ذائقہ درست ہوگا بلکہ یہ شربت ایک اچھے ٹانک کا کام دے گا۔ سردی کے موسم میں اسے قدرے گرم کرکے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

آپ سالن، سبزیاں اور چٹنیوں میں لیموں کا رس شامل کرکے انھیں مزیدار بنا سکتے ہیں اور اس طرح وٹامن سی سے فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

گرمیوں کے موسم میں سرد پانی میں لیموں کا رس نچوڑیئے اور اس میں تھوڑا سا پودینہ پیس کر ملا دیجئے اور قدرے شہد کا اضافہ کردیجئے۔ یہ مشروب فرحت پیدا کرتا ہے۔ تھکن دور کرنے اور گرمی زائل کرنے میں ہر قسم کے ٹھنڈے مشروب سے بہتر ثابت ہوگا۔

زیادہ مقدار میں لیموں کا رس نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے۔ لیموں کا تیز محلول دانتوں کے لئے مضر ہے زیادہ ترشی مسوڑھوں کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے اگر ترشی کے استعمال سے مسوڑھوں میں درد ہونے لگے تو اس کا استعمال ترک کردینا چاہیئے۔

لیموں تمباکو نوشی ترک کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ جب تمباکو نوشی کی خواہش غلبہ کرے۔ اس وقت لیموں چوسنا بہترین بدل ثابت ہوتا ہے۔ نشاستہ اور پروٹین ہضم کرنے کے لئے لیموں بہترین چیز ہے۔ اگر معدے میں ترشی کی کمی کی وجہ سے ہاضمہ خراب ہو تو لیموں سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اسی خاصیت کی وجہ سے لیموں موٹاپے کو دور کرتا ہے۔

لیموں ہمارے جسم میں ایک قسم کا سفید مادہ پیدا کرتا ہے۔ یہ حیات بخش مادہ خون کا جزو ہوتا ہے۔ جس کو صدمے کے موقع پر خون کی بجائے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیموں کا رس

صابن سازی، جوتے کی پالش، کپڑے مار محلول، فرنیچر پالش، چھپائی کی روشنائی، عطریات اور سریش لگانے کے روغنوں میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔

○

"اسلامی اصول کی فلاسفی"

ماہ ظہور (اگست) میں خدام کے مطالعہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معرکۃ الآراء مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" مقرر ہے ذیل میں کتاب کا مختصر تعارف بطریق تاریخ ہے۔ خدام اس کتاب کا اہتمام سے مطالعہ فرمائیں ـــ

(مہتمم تعلیم)

سوامی سادھو شوگن چندر نامی ہندو نے ۱۸۹۲ء میں ایک مذہبی کانفرنس کے انعقاد کی تجویز کی۔ چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا جلسہ اجمیر میں منعقد ہوا۔ ۱۸۹۶ء میں وہ لاہور میں دوسری کانفرنس کی تیاریوں میں لگ گئے۔ کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی کے پریذیڈنٹ ماسٹر درگا پرشاد اور چیف سیکرٹری لالہ دھنپت رائے بی۔ اے۔ ایل ایل بی مقرر ہوئے نیز چھ موڈریٹر نامزد ہوئے۔ سوامی صاحب نے ایک اشتہار کے ذریعہ تمام بڑے مذاہب کے علماء کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی دعوت دی اور لکھا کہ جلسہ اعظم مذاہب کا مقام لاہور ٹاؤن ہال قرار پایا ہے۔ اور جلسہ کی بڑی غرض یہ ہے کہ سچے مذہب کی خوبیاں تب ہر کسی لوگوں کے دلوں پر بیٹھانا تھا۔ کمیٹی نے نمائندگان مذاہب کی تقاریر کے لئے پانچ سوالات مقرر کئے اور شرط لگائی۔ ان کے جوابات مقررین اپنی مقدس مذہبی کتابوں سے پیش کریں سوالات یہ تھے:۔

(۱) انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں

(۲) انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ

(۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے؟

(۴) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟

(۵) علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا ہیں؟

اس جلسہ میں اسلام کے علاوہ نو مذاہب کے نمائندوں نے تقریریں کیں لیکن ان تمام تقاریر میں سے صرف ایک تقریر ہی ان سوالات کا حقیقی اور مکمل جواب تھی۔ جس وقت یہ تقریر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضؓ نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھ رہے تھے اس کیفیت کا سماں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کسی مذہب کا کوئی شخص نہیں تھا جو بے اختیار تحسین و آفرین کا نعرہ بلند نہ کر رہا ہو کوئی شخص نہ تھا جس پر وجد اور محویت

کا عالم فاضل نہ ہو۔ طرز بیان اور نفس مضمون ہر دو اس قدر
دلچسپ اور ہر دلعزیز تھے کہ مخالفین تک عش عش کر اٹھے۔ اس
مضمون کے مقررہ وقت دو گھنٹہ میں ختم نہ ہونے کی وجہ سے
۲۹ دسمبر کا دن بڑھایا گیا اور مضمون کی مقبولیت کا چرچا
اخبارات میں ہوا۔

اس مضمون کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کو الہاماً خبر دی گئی تھی کہ ——— "مضمون بالا رہا" ———
چنانچہ مضمون پڑھے جانے سے قبل حضور نے ایک اشتہار
کے ذریعہ اپنے مضمون کے غالب آنے کا اعلان فرما دیا اور
پھر یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔

اس پُر معارف مضمون میں حضور نے پہلے سوال
کے جواب میں انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتوں
کا مبدأ بالترتیب نفسِ امّارہ، نفسِ لوّامہ اور نفسِ مطمئنہ قرار
دیتے ہوئے انسان کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں پر
سیر حاصل بحث فرمائی اور اصلاحِ نفس و تعلق باللہ کے
طریقے آیاتِ قرآنیہ سے پیش فرمائے۔

دوسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:۔

"موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت
ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت
نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی
حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں
اور دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں
انسان کی زندگی کے اظلال و آثار ہیں اور
انہی اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں
انسان کرتا ہے۔"

تیسرے سوال کے جواب میں "یعنی انسانی زندگی
کے مدعا اور اس کے حصول کے بارے میں فرمایا کہ:۔

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"

یعنی انسانی زندگی کا اصل مدعا خدا تعالیٰ کی پرستش، معرفت اور
خدا تعالیٰ کے لئے ہو جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کو پانے کے طریق
معرفت الٰہی، معرفت حسن و احسان الٰہی، مجاہدہ، استقامت
صحبت صالحین اور الہامات ہیں۔"

چوتھے سوال کہ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور
عاقبت میں کیا ہوتا ہے؟" کے جواب میں حضور نے فرمایا:۔
کہ کامل شریعت کا اثر انسان پر یہ ہے کہ اس کو وحشیانہ
حالت سے انسان بنائے پھر انسان سے با اخلاق اور پھر
با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنا دے اور کامل شریعت
پر قائم ہونے والا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطے
تک پہنچا دیتا ہے۔

پانچویں سوال کے جواب میں کہ "علم یعنی گیان اور معرفت
کے ذرائع اور وسیلے کیا کیا ہیں؟" حضور نے ارشاد فرمایا
کہ "علم تین قسم کا ہے علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین
علم عملی مراتب سے روحانی کمال کو پہنچتا ہے۔ اور مراتب
سے علم میں نور آ جاتا ہے۔" ——— اس مضمون کے
بارہ میں حضور فرماتے ہیں:۔ "یہ وہ مضمون ہے جو انسانی
طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور
خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے۔ اس میں قرآن شریف کے
وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح
روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین
کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک ۴۵

۴۵ پانچوں سوالات کے جواب سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا۔"...

جگنو کی چمک کا راز

جناب میاں انوار احمد رحمان پورہ لاہور

جگنو ایک ننھا سا کیڑا ہے جو گرمیوں کی راتوں میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے اس کیڑے کی خاص بات اس کی چمک ہے جو کبھی نظر آتی ہے اور کبھی غائب ہو جاتی ہے۔ عام لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اس ننھے سے کیڑے میں چمک کیسے پیدا ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل یہ چمک سائنسدانوں کے لئے بھی باعثِ حیرت تھی آخر وہ اس چمک کا راز معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے بلکہ انہیں اس بات کا بھی علم ہو گیا کہ انسانوں اور جانوروں کے جسم سے توانائی کس طرح خارج ہوتی ہے۔

جگنو کا ذکر پرانے قصے کہانیوں میں بھی ملتا ہے یونانی اور رومی زمانے میں غلام لڑکے اپنی مالکاؤں کے لئے جگنو پکڑتے تھے ان کی مالکائیں جگنوؤں کی چمکدار دُمیں اپنے بالوں میں سجا کر رات کے وقت شاہانہ دعوتوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ ۱۵۳۲ء میں ایک ہسپانوی سیاح جزائر غرب الہند سے وطن واپس آیا تو اُس نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ جزائر غرب الہند میں لوگ چمکتے بھونرے جمع کر کے ان سے ایک شمع تیار کرتے ہیں جس سے وہ رات کو راستہ دیکھتے ہیں۔ امریکہ کے قدیم باشندے جگنوؤں کو دیوتا سمجھ کر ان کی پُوجا کرتے تھے۔ جاپانی لوگ اپنے افسروں کو جگنوؤں سے بھرے پنجرے بطور تحفہ دیتے ہیں۔

بالٹی مور، میری لینڈ (امریکہ) میں ہر سال گرما میں سکول کے بچے جگنو جمع کر کے انہیں بوتلوں میں بند کر لیتے ہیں اور پھر تجربہ کے لئے ایک سائنسی تجربہ گاہ میں بھیج دیتے ہیں۔ اس کے عوض بچوں کو کچھ پیسے انعام کے طور پر مل جاتے ہیں۔ جونز ہاپکنس یونیورسٹی کے ایک سائنسدان ڈاکٹر ولیم کو جگنوؤں سے بہت دلچسپی ہے کئی سال انہوں نے یہ راز معلوم کرنے میں صرف کئے کہ جگنو کس طرح اپنی روشنی ظاہر کرتا

ہے اور کس طرح بند کرتا ہے۔

گرمیوں میں بچے جالی لے کر باغوں میں چلے جاتے اور جگنو جمع کر کے بوتلوں میں بند کر دیتے۔ بعد میں یہ کیڑے ڈاکٹر ولیم کے دفتر میں پہنچائے جاتے اور پکڑنے والوں کو سو کیڑوں پر پچیس سینٹ کے حساب سے معاوضہ مل جاتا۔ تجربہ گاہ میں ان جگنوؤں کو سکھا کر ان کی دُمیں علیحدہ کر لیتے ہیں جو خشک سانچوں میں محفوظ کر دی جاتی ہیں۔ ان پر موسم خزاں اور موسم بہار میں تجربات کئے جاتے ہیں۔ سوکھی دُموں کو پیس کر پاؤڈر بنا لیا جاتا ہے اور جب اس میں پانی ملایا جاتا ہے تو وہ اندھیرے میں چمکنے لگتا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ تجربات انیسویں صدی کے آخر میں شروع ہوئے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں ایک سائنسدان نے معلوم کیا کہ جگنو کی دُم میں دو کیمیائی اجزاء لوسی فرین اور لوسی فریس ہوتے ہیں۔ لوسی فرین میں گرمی نہیں ہوتی اور وہ تیزی سے زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ لوسی فریس اس عمل میں مدد دیتا ہے۔ ڈاکٹر ولیم نے اس معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جگنو سے لوسی فریس اور فرین کو خالص حالت میں نکالا۔ پھر ان دونوں کو ملانے سے وہی چمک پیدا ہوئی جو کسی اڑتے ہوئے کیڑے یعنی جگنو میں پیدا ہوتی ہے۔ ڈاکٹر ولیم نے مزید کوشش سے اس بات کا پتہ لگایا کہ جگنو کی دم میں آکسیجن، میگنیشیم سلفیٹ اور ایڈینیز اے ٹی پی (ADENLSINE TRI. PHO-SPHATE) شامل ہیں۔

ڈاکٹر ولیم نے ان اجزاء کو بہت محنت سے علیحدہ کیا اور پھر انہیں مختلف نسبتوں سے بار بار ملا کر مشاہدہ کی۔ لوسی فرین کو لوسی فریس میں ملا کر اے ٹی پی شامل کی گئی پھر ان تینوں میں میگنیشیم سلفیٹ ملایا گیا۔ یہ مرکب کبھی تیزی سے چمکتا تھا اور کبھی ماند پڑ جاتا تھا۔ ان تجربات کی روشنی میں سائنسدانوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ان اجزاء میں اے ٹی پی سب سے زیادہ اہم ہے۔ ولیم نے تین پیالیاں لے کر ان پر C, B, A نشان لگائے۔ تینوں پیالیوں میں لوسی فرین، لوسی فریس اور میگنیشیم سلفیٹ کا مرکب ڈالا۔ اس نے دیکھا کہ پیالی A میں کوئی چمک نہیں۔ پیالی B میں کچھ چمک ہے اور پیالی C میں بہت زیادہ چمک ہے۔ تینوں پیالیوں کی چمک کی فرق کی وجہ یہ تھی کہ پیالی A میں بہت تھوڑی مقدار میں اے ٹی پی شامل کی گئی تھی۔ پیالی B میں A کی نسبت کچھ زیادہ
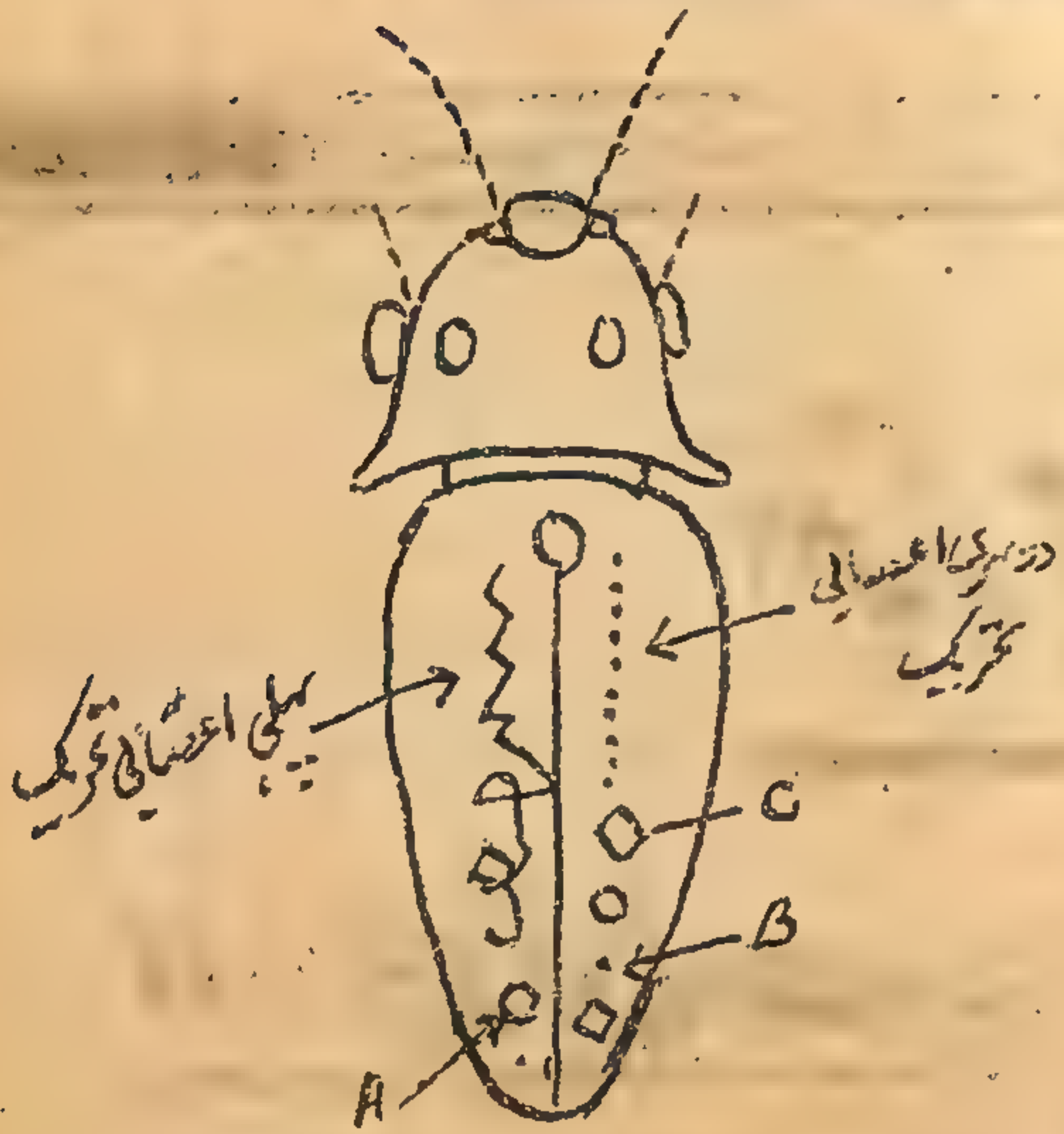
اسے ٹی پی ملائی گئی تھی اور پیالی C میں اے ٹی پی کی بہت زیادہ مقدار شامل تھی۔ اس طرح سائنسدانوں کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ جگنو کی دُم میں روشنی پر قابو رکھنے والی چیز اے ٹی پی ہے۔ زندہ جگنو میں یہ تمام اجزاء صحیح مقدار میں ملے ہوتے ہیں اس لئے ان کی دُم سے یکساں روشنی نکلتی ہے۔ اب سائنسدانوں کے لئے غور طلب بات یہ تھی کہ دُم سے یہ روشنی مستقل طور پر کیوں خارج نہیں ہوتی۔ روشنی کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ تحقیقات کرنے پر یہ راز سامنے آیا کہ جگنو کو مندرجہ بالا اجزاء پر پورا قابو ہوتا ہے اور وہ ایک مادّے پروٹین پائرو فاسفیٹ (PROTEIN PYROPHOSPH-ATE) کی مدد سے اپنی چمک بند کر لیتا ہے۔ جب تک اس مادے کا عمل جاری رہتا ہے جگنو کی چمک بند رہتی ہے کیونکہ جگنو کے جسم میں اعصابی تحریک کی وجہ سے ایک اور مادہ جسے غیر نامی پائرو فاسفیٹ (INORGA-NIC PYROPHOSPHATE) کہتے ہیں پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ مادہ پروٹین پائرو فاسفیٹ پر عمل کرتا ہے تو چمکنے والے اجزاء پیدا ہوتے ہیں اور جگنو کی دُم سے چمک نکلتی ہے۔ اس کے بعد اعصابی تحریک پھر پیدا ہوتی ہے جو اس غیر نامی پائرو فاسفیٹ کا اخراج بند کر دیتی ہے اور دوسرے اجزاء لوسی فرین اور لوسی فریس اور مینگنیشیم سلفیٹ آپس میں مل جاتے ہیں اور چمک بند ہو جاتی ہے۔

جگنو کی چمک نہایت باقاعدگی کے ساتھ اور تیزی سے کھلتی اور بند ہوتی ہے۔

جگنو کے خاکے کی مدد سے یہ اندرونی نظام آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ A چمکنے والے اجزاء ہیں۔ B وہ مادہ ہے جو ان اجزاء کو یکجا رکھتا ہے اور چمک بند کرتا ہے C وہ مادہ ہے جو B پر اثر انداز ہو کر چمک پیدا کرتا ہے۔ اس خاکہ میں ٹیڑھا خط اعصابی تحریک کو ظاہر کرتا ہے جو C کو B پر اثر انداز ہونے کی قوت بخشتا ہے اور A چمکنے والا جزو آزاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح چمک پیدا ہوتی ہے۔ اس کے فوراً بعد جگنو دوسری اعصابی تحریک (جو نقطہ دار خط کی مدد سے ظاہر کی گئی ہے) روانہ کرتا ہے جو C پر حاوی ہو کر اس کی قوت مسدود کر دیتی ہے فوراً B کا عمل شروع ہوتا ہے۔ چمکنے والے اجزاء دوبارہ یکجا ہو جاتے ہیں اور چمک بند ہو جاتی ہے۔

..

O

اخبار مجالس

کانو (نائیجیریا) کا پانچواں سالانہ اجتماع:

مجلس خدام الاحمدیہ کانو نے مورخہ ۹۔۱۰ شہادت ۵۶ ہش کو اپنا سالانہ اجتماع منعقد کیا جس میں طویل اور دشوار گزار سفر کے باوجود پچیس مجالس کے پانصد خدام شامل ہوئے۔ جن میں ہمسایہ ممالک Republic of Benin اور Niger کے نمائندے بھی شامل تھے۔ پہلے روز ۹ بجے صبح سے ایک بجے بعد دوپہر تک اطفال کا پروگرام ہوا اسی دوران اطفال کے تقریری، عام معلومات، فٹ بال اور دوڑوں کے مقابلے ہوئے۔

دو بجے بعد دوپہر نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد افتتاحِ اجتماع میں مولانا محمد اجمل شاہد صاحب مبلغ نائیجیریا نے پرچم خدام الاحمدیہ لہرایا بعد ازاں اجتماع کی کارروائی تلاوت قرآن پاک سے شروع ہوئی اور یہ اجلاس چار بجے شام تک جاری رہا۔ اس کے بعد ساڑھے چھ بجے شام تک رسہ کشی ——— اور فٹ بال کے مقابلے ہوئے۔ مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد درس حدیث ہوا رات نو بجے خدام کا تقریری مقابلہ ہوا۔ اگلے روز صبح پانچ بجے نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا پھر جسمانی ورزش کے بعد وقار عمل ہوا۔ اسی صبح ٹیبل ٹینس اور فٹ بال کے مقابلے بھی ہوئے۔ اس روز کے پہلے اجلاس میں عام معلومات کا مقابلہ اور مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔ آخر میں مولانا محمد اجمل شاہد صاحب نے امتیاز حاصل کرنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے اور اختتامی خطاب کے بعد دعا کے ساتھ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

گوٹھ مولوی عبد السلام عمر (خیرپور)

۲۷ مئی ۱۹۷۷ء کو مجلس ہذا کے زیر انتظام جلسہ یوم خلافت منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت، نظم اور اقتباس از رسالہ "الوصیت" پڑھے جانے کے بعد "خلافت کی اہمیت و ضرورت اور اس کی برکات" پر مکرم نذیر احمد خادم صاحب قائد ضلع خیرپور نے خطاب فرمایا۔ دعا کے ساتھ اجلاس برخاست ہوا۔

مجلس قصور کی تربیتی کلاس:

مورخہ ۱۰ جون ۱۹۷۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ قصور کے زیر انتظام دو گھنٹے کی مختصر تربیتی کلاس منعقد ہوئی۔ تلاوت۔ عہد اور نظم کے بعد۔ نماز جمعہ کی فضیلت، مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود کی اہمیت سے متعلق خطاب ہوا۔ بعد ازاں خدام و اطفال کو علیحدہ علیحدہ صورت میں قرآن حکیم، نماز با جماعت مطالعہ کتب سلسلہ، خلافت سے وابستگی، نوافل کی ادائیگی اور مرکزی امتحانات کی طرف توجہ دلائی۔ اطفال کو نماز سادہ اور "امتحانات" کامیابی کی راہیں کی تیاری کروائی گئی۔ دعا سے قبل حاضرین کی خدمت میں پھل پیش کیا گیا۔

ضلع جھنگ کی تربیتی کلاسز:

ماہ جون [illegible] ادت ضلع جھنگ نے مختلف مجالس خدام الاحمدیہ میں تربیتی کلاسیں منعقد کیں۔ ہر کلاس میں محترم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد مقامی نے خطاب فرمایا۔ ان کلاسوں کی مجلس وار تفصیل درج ہے:۔

(۱) ٹھٹھہ شیر مورخہ ۱۰ جون سے حاضری ۱۰ خدام، ۶ انصار، ۶۔ اطفال اور ۱۵ ممبرات لجنہ۔

(۲) چاہ لڈیانہ " ۱۰ جون۔ " ۱۶ " ۱۰ " ۶ " ۱۳ "

(۳) عنایت پور " ۲۵ " خدام و اطفال کی حاضری سو فیصد رہی علاوہ ازیں ۱۷۔ انصار، ۲۰ ممبرات لجنہ اور ۳۰ ناصرات بھی شامل ہوئیں۔

(۴) چل بھیاں: " ۲۶ جون: حاضری خدام و اطفال کی سو فیصد رہی نیز ۱۵۔ انصار، ۲۰ ناصرات اور ۳۰ ممبرات لجنہ نے بھی شرکت کی۔

(۵) کوٹ قاضی " ۳۰ جون۔ اس میں ۵ خدام، ۳۰۔ انصار۔ ۲۔ اطفال اور آٹھ مستورات شامل ہوئیں۔

ضلع کراچی کا سہ ماہی اجلاس:

مورخہ ۱۹ جون ۱۹۷۷ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی نے احمدیہ ہال میں سہ ماہی اجلاس منعقد کیا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم۔ عہد اور نظم کے بعد مکرم میاں عبد الحی صاحب مربی سلسلہ کراچی، مکرم عبد السلام مربی سلسلہ کراچی اور محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر کراچی نے نماز، مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عہدیداران کی ذمہ داریوں کے موضوعات پر خطاب فرمایا۔ اجلاس میں ۳۰۰ خدام اور ۶۰ اطفال شامل ہوئے۔

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو منعقد ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔ خدام سے درخواست ہے کہ اجتماع کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل امور کی طرف فوری توجہ فرمائیں:۔

- اجتماع کے موقع پر خدام الاحمدیہ کی مجلس شوریٰ ہوگی۔ اس کے لئے اگر کوئی تجویز بھجوانا چاہیں تو اجلاس عام میں پیش کرنے کے بعد مجلس کی طرف سے ۲۵ اگست تک پہنچا دیں۔
- نمائندگان شوریٰ۔ (ا) اگر مجلس میں خدام کی تعداد ۲۰ یا ۲۰ سے کم ہے تو مجلس کا صرف ایک نمائندہ قائد مجلس ہوگا۔ اگر قائد مجلس کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکتے ہوں تو متبادل نمائندہ کا انتخاب ہوگا نامزدگی نہیں ہوگی (ب) اگر مجلس میں خدام کی تعداد ۲۰ سے زیادہ ہو تو پہلا نمائندہ خود قائد مجلس ہوں گے اس کے بعد ہر ۲۰ یا ۲۰ کی کسر پر ایک نمائندہ منتخب ہوگا۔ ازراہ کرم نمائندگان کے نام جلد از جلد مرکز کو ارسال فرما دیں۔
- خدام اجتماع میں شمولیت کے لئے ابھی سے تیار کریں۔ اجتماع میں ایسے خدام کو شامل کرنے کی خاص طور پر کوشش فرمائیں جو اس سے پہلے کبھی اجتماع میں شریک نہیں ہوئے۔
- اجتماع میں شریک ہونیوالے خدام کے نام فوری طور پر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔
- علمی مقابلوں کی تفصیل عنقریب آپ تک پہنچا دی جائے گی ان مقابلوں میں حصہ لینے والے خدام کے نام فوری طور پر ارسال فرما دیں، اپنے ہاں علمی مقابلے کروا کر ان کا معیار بہتر کریں۔ صرف بہترین خدام کے نام ارسال کریں۔
- اجتماع کے ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے کامیاب ہونے کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

منیر احمد بسمل

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

شیزان
ایک بار نہیں سو بار نہیں
میں تو کہوں گی لاکھوں بار
شیزان کی ہر چیز ہے سب سے مزے دار
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ - بیڈن روڈ - لاہور

MONTHLY **KHALID** RABWAH

ZAHUR 1356 H.S.——AUGUST, 1977——Regd. No. L 5830

Editor : H. M. AHMAD

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ سے چھپا۔